دینی غفلت کا افسوسناک حشر

نہایت افسوس اور غایت حسرت کی بات ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ میں دین کی طرف سے ایسی غفلت اختیار کی ہے اور اس قدر بے توجہی بڑھادی ہے کہ گویا ان کے ذمہ دین کی بابت کوئی حق خدا نے رکھا ہی نہیں۔ علماء نے اپنا فریضہ چھوڑ دیا، امراء اور غرباء نے اپنا فریضہ ترک کر دیا۔ فالی اللہ المشتکی۔

اب نتیجہ اس کا دیکھئے کہ خدا نے جو عظیم الشان وعدے مسلمانوں سے کئے تھے مسلمان ان سے محروم کر دئے گئے۔ بجائے عزت و اقبال کے ہر طرح کی ذلت و ادبار میں مبتلا ہیں۔ علو اور غلبہ کی جگہ پر اب ذلت و مغلوبیت کے ماسوا مسلمانوں کے پاس کچھ نہیں رہ گیا پھر بھی ناشکری نہ کرنا چاہیئے۔

مسلمانوں نے جس قدر خدا کو فراموش کر دیا ہے اس قدر خدا نے ان کو فراموش نہیں کیا۔ اگر اب بھی مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور تلافی کے لیے کمر ہمت چست باندھیں تو پھر وہی وعدے ان کے لیے موجود ہیں —— !

—— امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی
—— رحمہ اللہ تعالے

16.3.80

احادیث الرسول

محمد سعید الرحمٰن علوی

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلاماً فصلاً یفھمہ کل من یسمعہ

(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ٹھہر ٹھہر کر اور کھول کر بیان فرماتے تھے کہ جو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔

شستہ، صاف اور ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا اسوۂ نبیؐ اور حکم خداوندی ہے۔ قولوا قولاً سدیداً۔ جہاں سچائی و صداقت ضروری ہے وہاں بامقصد اور ایسی گفتگو کرنا کہ مخاطب کے پلّے کچھ پڑے ضروری ہے۔ زیر زبان گفتگو، ذومعنی الفاظ کا استعمال یا ایسا وطیرہ اختیار کرنا جس سے مخاطب الجھ کر رہ جائے دانائی کی بات نہیں اور یہی اس حدیث کا منشا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ التیمن فی شانہ کلہ فی طھورہ و ترجلہ و تنعلہ۔

(بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے — کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کام میں سیدھے جانب سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے پاکی میں، کنگھی کرتے اور جوتا پہنتے ہیں۔

یہ روایت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اچھے کام میں ابتداء داہنی طرف سے ہوتی۔ دایاں اور بایاں دونوں ہی اللہ کے پیدا کردہ ہیں لیکن خداوند قدوس نے ہر چیز کا ایک مقام متعین فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے دایاں ہاتھ اور داہنی طرف اچھے کاموں کے لیے وقف کردی۔ رہ گئی یہ بات کہ بائیں ہاتھ اور بائیں طرف کا مصرف کیا ہے تو اس کا جواب ابوداؤد کی اس روایت میں موجود ہے۔ جس کو روایت کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ہیں۔ اس میں ہے:۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدھے ہاتھ کو پاکی اور کھانے وغیرہ میں اور بائیں ہاتھ کو پاخانہ اور ناک وغیرہ صاف کرنے میں استعمال کیا کرتے تھے"۔

ہم لوگ اپنی عملی زندگی میں جس بے راہروی کا شکار ہو چکے ہیں اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم نے کھانے پینے سونے جاگنے اٹھنے بیٹھنے غرض کہ ہر معاملہ میں سنن و آداب کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ کھڑے ہو کر اور چل پھر کر کھانا۔ کھڑے کھڑے پانی پی لینا، نہ شروع میں خدا کا نام نہ آخر میں اس کا شکر، سونے میں آداب نبویؐ کا عدم لحاظ، کاروبار و تجارت اور زراعت و کھیتی میں عدم احتیاط —— الغرض ہر جگہ یہی صورت حال ہے۔ دائیں بائیں کی تمیز نہیں۔ جس

(باقی ۲۸ پر)

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم

کتابِ مقدّس کی تعلیمات کو عام کیا جائے

جلد ۲۵ ❊ شمارہ ۲۷
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ❊ ۱۴ مارچ ۱۹۸۰ء

ہفتہ رواں لاہور کی معروف مسجد آسٹریلیا میں کاروانِ اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ قرآن کانفرنس میں حضرات علماء کرام نے قرآن عزیز کے فضائل و برکات پر جہاں روشنی ڈالی وہاں اس بات پر بھی زور دیا کہ ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے عروج و ترقی کے لیے اس کتاب مقدّس کی تعلیمات کو پھیلانا از بس ضروری ہے اور اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر مشنری جذبہ سے یہ کام کیا جائے۔ کچھ دن پہلے تعلیم القرآن سوسائٹی کی ایک تقریب میں حضرت مولانا عبیداللہ انور کی طرف سے اسی قسم کا ایک مطالبہ کیا گیا تھا جس پر اس وقت ہم نے ایک نوٹ میں اپنی معروضات پیش کی تھیں اور حکومت کو اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی طرف توجّہ دلائی تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے بجا طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے قوموں کا عروج و زوال قرآن کریم سے وابستہ کر دیا ہے اور ملّت کی تاریخ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس کی عروج و ترقی اور رعب و دبدبہ اس وقت تک قائم رہا جب تک اس کا کتابِ مبین پہ عمل رہا دنیائے اسلام پر یورپ کی فکری یلغار کے بعد مسلمان قوم کا جہاں اور نقصان ہوا وہاں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس کے تعلیمی نظام پر زبردست حملہ کرکے اس کی چولیں ہلا دی گئیں — لارڈ میکالے کی تعلیمی رپورٹ اس سازش کا سب سے بڑا مظہر تھی جو سازش ملّتِ اسلامیہ کی تعلیم کے خلاف کی گئی۔ اس سازش کے تحت

— اس شمارے میں —

رئیس الادارہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : — میاں محمد اجمل قادری

مدیر : — محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

پبلشر مولانا عبیداللہ انور [illegible] لاہور

ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا گیا جو
انگریزی ضرورتوں کے تابع تھا۔
اور ظاہر ہے کہ ایسے نظامِ تعلیم
میں قرآنِ عزیز کا سرے سے کوئی
حصہ نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔
یہ تو اللہ بھلا کرے ان علماء
ربانیین اور بادہ الست کے سرشاروں
کا جنہوں نے شاملی و میرٹھ کی
فوجی لڑائی کے بعد تعلیمی محاذ پر
اپنی سرگرمیاں مرکوز کر دیں، اور
قرآنی رشد و ہدایت اور سرمایہ علمی
کے تحفظ کے لیے خم ٹھوک کر
میدان میں آ گئے۔ دارالعلوم دیوبند
اور اس جیسے سینکڑوں مدارس ان
پاکبازانِ امت کی کوششوں سے
معرضِ وجود میں آ گئے اور دیوبند
کے مدرسہ و مکتب کو تو اللہ تعالیٰ
نے وہ قبولیت نصیب فرمائی کہ
مسلمانوں کی صدیوں کی تاریخ میں
کسی دبستانِ علمی کو ایسی قبولیت
نصیب نہ ہو سکی۔ ان مدارس و
مکاتب نے بڑے ہی نامساعد حالات
میں قرآنِ عزیز سے ملت کے تعلق
کو قائم رکھا ورنہ گلیڈ سٹون جیسے
برطانوی عمائدین تو اس سرچشمۂ رشد و
ہدایت کو ختم کرنے پر ادھار کھائے
بیٹھے تھے —— آزادی کی منزل
نصیب ہونے تک اس ذمہ داری
کو علماءِ کرام نے جس احسن طریقہ
سے پورا کیا وہ عزم و ہمت کی
ایک نادر الوجود مثال ہے۔ لیکن
یہ بات بڑے دکھ سے کہی جا
رہی ہے کہ آزادی کے بعد ملت
کی کشتی کے کھیون ہاروں نے ایک
لمحہ کے لیے اس بات کا احساس
نہ کیا کہ اس بنیاد کو درست کیا
جائے جو قوم کے عروج و ترقی
کی ضامن و کفیل ہے۔

ہادیٔ اکرم جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم نے علم کو ایک ایسا فرض
ارشاد فرمایا جس سے کوئی بڑا
چھوٹا اور مرد و عورت مستثنیٰ
نہیں۔ اس لازمی اور جبری تعلیم کا
تقاضہ یہ تھا کہ ملت کا ہر
بچہ بنیادی معتقدات اور ارکان و
اعمال سے واقف و آگاہ ہوتا
جس کی دین کی فوز و فلاح اور
اخروی کامیابی کے لیے ضرورت ہے
لیکن ایسا نہ ہوا اور اب تک
وہی حالت ہے گویا ہم غلامی
کے دور سے گزر رہے ہیں۔ ملت
کا بہت بڑا طبقہ علم کی روشنی
سے محروم ہے اور ایک محدود طبقہ
جو اس نعمت سے اپنے آپ کو
بہرہ ور سمجھتا ہے اس کی حالت
بھی یہ ہے کہ اسے سب کچھ
معلوم ہے لیکن وہ ضروریاتِ دین
سے بالکل ناواقف ہے اور اس
میں اس کا قصور نہیں بلکہ قصور
اس نظام کا ہے جو ورثہ میں
ہمیں ملا۔ ایک زندہ و بیدار قوم کی
حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ
ہم تعلیم کے سارے ڈھانچے کو
یکسر بدل دیں اور ایسے نظامِ
تعلیم کو وضع کریں جو ہماری عقبیٰ
اور دنیا کو سنوارنے کا ضامن
ہو۔ اربابِ حکومت و دولت کب
بیدار ہوں گے اس کا پتہ نہیں
اس لیے اہلِ علم حضرات سے
بالعموم اور نوجوان خدامِ دین و علم
سے بالخصوص یہ درخواست ہے
کہ وہ اپنے اپنے دائرہ میں
چھوٹے بچوں کے لیے قرآنِ عزیز
کی تدریس کا مؤثر و معقول انتظام
کریں اور اس کے ساتھ ہی انہیں
ایسا بنیادی اور مختصر اردو لٹریچر
پڑھائیں جو ان کی زندگی کا رُخ
متعین کر دے۔ بچوں کے ساتھ
بڑوں کے لیے تعلیمی سنٹروں کا
انتظام ازبس ضروری ہے۔ تاکہ
وہ تاجر، مزدور، ملازم اور
کسان حضرات جو معاشی جھمیلوں
اور دوسری مجبوریوں کے پیشِ نظر
باقاعدہ طالبِ علم بن کر یہ نعمت
حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ مختصر
اوقات میں مختصر نصاب پڑھ کر
اس قابل ہو سکیں کہ انہیں اپنے
نفع نقصان کا علم ہو جائے۔
اس کی اس لیے بھی شدید ضرورت
ہے کہ علماءِ سوء اور نام نہاد
فقراء و صوفیاء لوگوں کی لاعلمی
سے فائدہ اٹھا کر انہیں مذہب

(باقی ۶ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

سرکارِ دو عالمؐ سے اصل محبّت ان کی تابعداری ہے

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :-

حضرات محترم! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! آپؐ لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تمہیں اللہ کی محبت درکار ہے تو میری اتباع کرو۔ گویا حضور علیہ السلام کی اتباع و تابعداری اللہ کی محبت کی بنیاد ہو گی۔ اور یہی ایک مومن کی معراج ہے کہ اس کی محبت کا مرکز اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ لوگ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی محبت و عقیدت کا بہت چرچا کرتے ہیں لیکن اللہ کا جو حکم ہے اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نبی علیہ السلام سے محبّت واقعی تقاضائے ایمان ہے لیکن آپؐ کی محبت کا مفہوم خود ساختہ رسومات کو اپنانے میں نہیں بلکہ آپؐ کی سیرت طیبہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ لوگ حضور علیہ السلام کی سیرت مناتے تو ہیں اپناتے نہیں، حالانکہ ضرورت اپنانے کی ہے —— سیرت اپنانے کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کی زندگی جو ہمارے لیے نمونہ ہے جیساکہ سورۂ احزاب میں ہے اس پر ہم عمل کریں۔ جب کوئی ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پہ مہربان ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اللہ تعالےٰ نے خالق و مالک ہو کر جتنی تعریف فرمائی اور حضور علیہ السلام نے انہیں جس طرح آسمانِ ہدایت کے ستارے کہا اس کا سبب یہی ہے کہ ان باخدا لوگوں کی زندگیاں اسوۂ نبیؐ کا بہترین پرتو تھیں۔

اس مقدس جماعت کے فیض یافتہ حضرات جنہیں تابعین کہا جاتا ہے پھر تبع تابعین و علی ہذا القیاس اکابر اولیاء کرام، علماء حقانی، ائمہ مجتہدین وغیرہ سب کی زندگیوں کا اصل کمال یہی اتباع نبویؐ تھا۔ ہمارے سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ جن کی نسبت سے خدا معلوم لوگوں نے کتنے کھانے پینے کے پروگرام اپنا رکھے ہیں ان کی زندگی کو دیکھیں، آپ کو ان خود ساختہ پروگراموں کا کہیں پتہ نہیں چلے گا۔ ہاں اشاعت علم، اللہ کی مخلوق کی تربیت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور حضور علیہ السلام کی اتباع آپ کو خوب خوب نظر آئے گی۔ مادی منفعتوں کو ٹھکرا دینا اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنی تمامتر عظمت کے باوجود فرماتے ہیں۔ کہ جو شیخ جیلانی کے کے طریقہ سے استفادہ نہ کرے وہ ولایت کا کمال نہیں پاسکتا لیکن ان کا طریقہ تھا کیا۔ یہی اتباع نبوی اور بس۔ یہ لوگ پیار و محبّت سے دنیا کا دل جیتتے تھے۔ ع

"جو دل کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ"

کی رمز انہیں خوب خوب معلوم ہو گئی تھی۔ ہمارے دیوبند کے

مادر زاد ولی حضرت میاں اصغر حسین
صاحب قدس سرہٗ اکابر اولیاء
کرام کے کمالات کا حسین پیکر
تھے۔ جس طرح شیخ جیلانی کے
پاس غیر مسلم آکر دعائیں کراتے۔
ایسے ہی ہم نے یہاں دیکھا۔ اس
کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ انسانیت
سے محبت کرتے تھے گم کردہ راہ
لوگوں سے بہ حیثیت انسان انہیں
نفرت نہ تھی ان کی بیماریوں کے
ازالہ کی یہ فکر کرتے تھے۔ اور
جب کوئی ان کے پاس آتا تو
اسے خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے۔
لیکن آج ہم ہیں کہ حضور علیہ السلام
کی عقیدت و محبت کا دعویٰ کرکے
اور اولیاء کرام کے کمالات کے
اجارہ دار بن کر خدا کی مخلوق کو
دکھ پہنچاتے ہیں۔ نفرت و حقارت
پھیلاتے اور دنگا و فساد کرتے
ہیں۔ وہ کافروں سے پیار کرتے
کہ یہی سیرتِ رسول تھی لیکن آج
ہم اپنوں سے نفرت کرتے ہیں اور
یہ نفرت اب بڑھ کر ایک لاوا
بن چکی ہے جو کسی وقت پھٹ
کر ہماری تباہی کا باعث بن
سکتا ہے۔

اس بارے میں آپ کو اور
سب کو توجہ دلاؤں گا کہ انبیاء
علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ السلام
کا طریقِ زندگی سامنے رکھیں۔ محبتِ
رسولؐ کے تقاضے اتباعِ نبویؐ کی
شکل میں پورے کریں، اہل اللہ کی
زندگیوں کو مشعلِ راہ بنائیں اور دنیا
میں پیار و محبت کی جوت جگائیں۔
اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل دے۔

بقیہ اداریہ ......

کے نام پر ایسا الجھاتے ہیں کہ
ایک جویائے حقیقت پریشان ہوکر
رہ جاتا ہے۔ جب قرآن کی لازوال
حقیقتیں اور سنتِ رسولؐ کا نکھرا
ہوا علم قلب و نظر کو منور
کر دے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ
کوئی بندۂ ہوس انہیں گمراہ نہیں
کر سکے گا۔

قرآن کی روشنی کو گلی گلی
پھیلانا وقت کی ضرورت ہے
اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے اہلِ
علم حضرات اس مسئلہ کی طرف
خصوصی توجہ دیں گے اور وہ سر
جوڑ کر کوئی ایسا اجتماعی نظام
ترتیب دیں گے کہ وطن عزیز کا
کوئی شہری علم کی بنیادی روشنی سے
محروم نہ رہے۔

علوی ۱۱ مارچ ۸۰

جمعیۃ طلباء اسلام کا کنونشن

جیالے اور بہادر طالب علموں
کی تنظیم جمعیۃ طلباء اسلام کا
ملک گیر کنونشن ۱۴-۱۵ مارچ کو
لاہور کے قدیم دینی مرکز شیرانوالہ
میں منعقد ہو رہا ہے۔ یہ وہی
طالب علم ہیں جن کی جرأت و
بسالت کی داستان کتابِ ماضی کا
حسین ورق ہے۔ ان طالب علموں
نے اگر جد و جہد نہ کی ہوتی تو
خود ساختہ مفکرین و متجددین کی
فکری یلغار تعلیمی اداروں میں
پڑھنے والی نئی نسل کو بالکل
غارت کر دیتی۔ دورِ غلامی کی
یادگار نظامِ تعلیم میں جدید فکری
یلغار جو رنگ دکھاتی وہ تباہ کن
ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ
و سلامہ کی ختمِ رسالت و نبوت،
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معیارِ
حق و صداقت ہونے اور اسلاف
امت کی دینی جد و جہد کے
چار ستونوں پر جو عمارت کھڑی
کی اس سے حالات نے نیا رُخ
اختیار کر لیا۔

گزشتہ چند سال کی محنت
اور جد و جہد کو مزید مربوط
کرنے اور سلسلہ خیر کو آگے
بڑھانے کی خاطر منعقد ہونے والے
اس کنونشن کی کامیابی کے لیے
ہم دعاگو ہیں اور یقین رکھتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ ملت کے ان نوجوان
فرزندوں کو اپنے دین کی خاطر
سرخروئی سے سرفراز فرمائیں گے۔
اور ملت نے اس نسل سے جو
امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، وہ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

مصیبت کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کام نہیں آتا

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ج (صدق اللہ العظیم)

محترم حضرات! سورۃ یونس کی آیت ۱۲ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے۔ یہ سورۃ ان ان چند سورتوں میں سے ہے جن کے متعلق حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ان سورتوں نے مجھے بوڑھا بنا دیا۔ یہ بات آپؐ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب صحابہ علیہم الرضوان نے آپ کے بالوں میں کچھ سفید بال محسوس کئے تو سوال کیا اس پر آپؐ نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ ان سورتوں میں ان اقوام کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اللہ کے نبیوں کی کی مخالفت کی پاداش میں اللہ کے غضب اور عذاب کا شکار ہوئیں

ایک سچّا مومن و مسلمان جب ان مضامین کو پڑھتا ہے تو اس کا دل خوفِ الٰہی سے لرز اُٹھتا ہے اور وہ اس ذات بے چگون کے جلال و قدرت کے پیشِ نظر تھر تھر کانپنے لگتا ہے اور یہ چیز انسان کے اعصاب اور اس کے جسمانی ڈھانچہ کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ اس لیے حضور نبی مکرم خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ (او کما قال)

ترجمہ

اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے :-

"اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس سے اس تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گذر جاتا ہے گویا کہ ہمیں کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح بے باکوں کو پسند آیا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔" (حضرت لاہوریؒ)

اس آیت کریمہ کے ترجمہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ان بدخو غلط عناصر کا ذکر فرمایا ہے جو مصیبت و پریشانی اور رنج و تکلیف کے وقت تو اللہ کے حضور دست سوال دراز کرتے اور اس کی رحمت کو پکارتے ہیں اور اس سے فریاد رسی کرتے ہیں لیکن جب مصیبت ٹل جاتی ہے اور عیش و نشاط کا وقت آ جاتا ہے تو وہ اپنے سچے رب کو بھول جاتا ہے۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں :-

"ویسے تو ہمارا کہا نہیں مانتے البتہ جب مصیبت آتی ہے تو ہمارے ہی دروازے پر آکر ہاتھ پھیلاتے ہیں اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو ہم سے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔" (ص ۳۳۲)

ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی طوطا چشمی اور بڑا ہی ظالمانہ طرزِ عمل ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ جو ذاتِ اقدس انسانی نفع و نقصان کی مالک ہے اور جو انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے اس کے سوا کسی دوسرے کے آستانہ پر دستِ سوال کیوں دراز کیا جائے؟

مزید ارشادات

اس طرح کے ارشادات قرآن کریم میں دوسری کئی جگہ موجود ہیں۔ جن میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ دعاؤں کی سننے والی اور مصیبت کے وقت کام آنے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۸۴ میں ہے:۔

"پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی (یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کی) اور جو اسے تکلیف تھی ہم نے دور کر دی۔ اور اسے اس کے گھر والے دئے اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بھی دیا اور عبادت کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔" (ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"حضرت ایوب علیہ السلام کو پہلے ایک مصیبت انفسی سے نجات عطا فرمائی کہ بدن کو شفا نصیب ہوئی۔ بعد ازاں مصیبت آفاقی بھی رفع فرمائی از سرِ نو بیوی بچے عطا کئے۔ (ص ۵۲۴)

حضرت ایوب علیہ السلام کی پریشانی اور تکالیف کا قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے صبر و استقامت کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لازوال صبر کو دنیا کے لیے مثال بنایا اور انہیں نِعْمَ الْعَبْدُ (ص) سے یاد فرمایا یعنی "بڑے ہی اچھے بندے" اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ ان کی جبینِ نیاز صرف اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکی انہوں نے صرف اسی کے حضور فریاد کی کہ:۔

"مجھے روگ لگ گیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (حضرت لاہوریؒ)

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو سنا اور قبول فرما کر ان کی سبھی مصیبتوں کا ازالہ فرما دیا۔

واضح خطاب

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۵۶ میں ہے:۔

"کہہ دو انہیں پکارو، جنہیں تم اس کے سوا سمجھتے ہو، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے بدلیں گے۔"

یعنی:۔

"اے مشرکین! جن کو تم معبود مانتے ہو وہ تمہاری کسی مصیبت میں بھی کام نہیں آ سکتے۔"

(حضرت لاہوریؒ ص ۴۵۸)

اور جب کوئی کام نہیں آ سکتا تو پھر مفت میں الزام لینا کون سی عقلمندی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"تمہاری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔"

اور جب بعض لوگوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ہمیں اس بات کی اجازت دیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں تو آپؐ نے سختی سے منع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ سجدہ و عبادت صرف اللہ کا حق ہے میں تمہارا دینی بھائی ہوں اللہ نے تمہاری ہدایت کی خاطر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس لیے میرا احترام بجا لاؤ اور بس۔ اور یہ احترام بھی ایسا نہ ہونا چاہیئے جس میں شاہانِ عجم کے طور طریقے شامل ہوں بلکہ وہ احترام اور وہ

ادب جو شرعی حدود میں ہو، اور وہ یہی ہے کہ آقائے نامدار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسولِ برحق تسلیم کرکے آپؐ کی تعلیمات کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

حسبی اللہ

مسلمان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اللہ ہی کو اپنا داتا و معبود اور اپنا قبلۂ حاجات سمجھے، اسی کو کافی جانے اور اسی پر بھروسہ و اعتماد کرے۔

سورۂ زمر کی آیت ۳۸ کے ایک حصہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے۔ توکّل کرنے والے اسی پر توکّل کیا کرتے ہیں۔" (حضرت لاہوریؒ)

مرشد لاہوریؒ فرماتے ہیں:۔

"اگر ان سے پوچھیں، کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ انہیں ذرا پوچھو کہ تمہارے معبودوں میں یہ طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے ضرر کو روک سکیں یا رحمت الٰہی کو بند کر سکیں؟ ان میں یہ طاقت ہرگز نہیں تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے جو سب سے بڑھ کر طاقتور ہے۔" (ص ۳۸)

خلاصۂ آیات

محترم حضرات! آپ کے سامنے قرآن کریم کے مختلف مقامات سے چار آیتوں کا ترجمہ اور مفہوم و مطلب عرض کیا گیا۔ جن کا مختصر ترین الفاظ میں خلاصہ یہ ہے:

"مصیبت کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کام نہیں آتا"

یہی قرآن کریم کی تعلیم اور یہی اسوۂ پیغمبر ہے۔ لیکن آج کے مسلم معاشرہ میں دورِ جاہلیت کے وہ تمام طور طریقے اپنائے جا رہے ہیں جنہیں ختم کرنے کو اللہ کا رسول آیا تھا اور اس راہ میں اس نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔

آج مختلف چوکھٹوں پر سجدے مختلف آستانوں سے فریادیں طلب کرنا اور دعائیں مانگنا، مختلف گھرندوں کا طواف کرنا جیسی قبیح رسمیں عام ہو چکی ہیں حالانکہ اس کی اجازت نہیں ہے۔

نبی علیہ السلام کی آخری وصیت امت کو یہ تھی کہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا اور دعا بھی یہی تھی کہ اے اللہ! میری قبر کو عبادت خانہ بننے سے بچائیو۔ قرآن و سنت کی تعلیم یہ ہو اور مسلمان کہلانے والوں کا طرزِ عمل اس کے سراسر خلاف ہو، تو رحمتِ خداوندی کیونکر نصیب ہوگی۔

ان معروضات کا مقصد

یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کریں، ہر حال میں اسی ذاتِ اقدس کو پکارنا اور ہر گھڑی اس سے فریاد طلب کرنا، اسی کے آستانہ قدس پر جھکنا اور اسی سے دعائیں مانگنا ضروری ہے وہی انسانی نفع و ضرر کا مالک ہے وہی بندوں کے مقاصد کو پورا کرنے والا ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جنہیں جاہل سے جاہل بھی مانتے تھے۔ لیکن حماقت کی وجہ سے یا ضد و تعصب کی وجہ سے پھر بھی پتھر کی مورتیوں کو پوجتے، اللہ کے نبیوں نے ان قبیح رسموں کے خلاف جہاد کر کے ان کو مٹایا لیکن وائے ناکامی و بدبختی کہ اب اللہ کے نبیؐ کے نام لیوا وہ حرکات کر رہے ہیں اور علم و مشیخت کے دعویدار اپنی قیادت میں

(باقی ص ۳۰ پر)

بادۂ شیراز در جامِ اردو

بملازمانِ سلطان کہ رساند ایں دُعا را
کہ بشکرِ پادشاہی ز نظر مراں گدا را

ز رقیبِ دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
مگر آں شہابِ ثاقب مددی کند سہا را

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بعاشقِ سحر خیز
کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شما را

چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی
رُخ ہمچو ماہِ تاباں، دل ہمچو سنگ خارا

دل عاشقاں بسوزی، چو بہ فروزی
تو ازیں چہ سود داری، کہ نمی کند مدارا

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی
بہ پیامِ آشنائی، بنوازد آشنا را

مژۂ سیاہت ار کرد سوی خون ما اشارت
ز فریب اور بیندیش و غلط مکن نگارا

دلِ مستمندِ ما را بشکنجِ زلف بروی
مشکن دلِ ضعیفم، بنوازد ایں گدا را

ز فریب چشم جادو۔ دلِ دردمند خوں شد
نظری فگن بحالش، بُتِ دلربا خدا را

چو طبیب دردمنداں لب لعل یار باشد
دل دردمند عاشق ز کہ جوید ایں دوا را

دلِ دردمند ما را کہ ز ہجر تست پُر خوں
چہ شود اگر زمانے بخشی وصالِ یارا

خبرے زحالِ حافظ بہ یار باز گوید
برساں مگر ز زلفش اثرے مشامِ ما را

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

یہ بات کون کہے بندگانِ دولت سے!
فقیر لوگوں کو مت دیکھئے حقارت سے!

شہابِ ثاقب چرخ بریں گرے ان پر
خدا بچائے رقیبانِ دیو سیرت سے

بس ایک گھونٹ خدا کے لیے پلا دے مجھے
صلا ملے گا تجھے۔ عاشقوں کی خدمت سے

ہے چہرہ چاند سا روشن تو دل ہے کیوں پتھر
اے دوست! فتنہ ترا بڑھ گیا قیامت سے

دکھا کے چہرہ، دلِ عاشقاں جلاتا ہے
ملے گا کیا تجھے اس تندی و تمازت سے

اسی امید پہ کٹ جاتی ہے شبِ ہجراں
ترا پیام صبا لائے گی محبت سے!

جو تیری پلکیں مرے قتل کا اشارہ کریں
کبھی فریب نہ کھا جانا اس اشارت سے

اسیرِ زلف ہے روزِ ازل سے دل میرا
نہ توڑنا اسے، رکھنا اسے محبت سے

تری نگاہ کے جادو نے دل کو مارا ہے
کبھی تو دیکھ اسے دلربا۔ محبت سے

علاجِ عشق فقط وصلِ دوست ہے یارو!
دوا ملے گی یہ کس آستانِ صحت سے

اگر تو بخشے کبھی وصل، تیرا کیا بگڑے
مریضِ ہجر مرا دل ہے ایک مدت سے

مشامِ جاں ہے مری، اُس کی زلف کی خوشبو
خبر کرو اُسے حافظ کی خستہ حالت سے

پیمانہ بردار میخانۂ حافظ۔ آزاد شیرازی

مولانا بشیر احمد قادری — مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

امیر المومنین فی الحدیث

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ

سن ولادت ,, ۱۱۸ھ ,,

مقام ولادت ,, شہر مرو ,,

نام ونسب ، عبداللہ بن مبارک بن واضح المروزی
آپ کے والد ماجد بڑے پرہیزگار اور متقی تھے
اور ہمدان کے ایک سوداگر کے جو قبیلہ بنی حنظلہ
میں سے تھا، غلام تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ
خوارزمی تھیں ،،

ابتدائی حالات ,, آپ ابتداء شراب
نوشی، لہو ولعب، اور سرود وغنا کے دلدادہ
تھے ، بعد میں آپ نے ان لغویات وخرافات
اور فضولیات سے تائب ہو کر زہد وتقویٰ،
عبادت، ریاضت اور علم وفضل میں قابل
رشک مقام حاصل کیا، آپ کی توبہ کا سبب
کیا بنا، اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے،
بعض مؤرخین نے آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان
کیا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ موسم بہار میں اپنے
جگری دوستوں، قلبی یاروں، اور اپنے خاص
احباب کو اور اصحاب کو ایک گنجان باغ میں
جمع کیا، آپ اور آپ کے احباب سارا دن
سرود وغنا میں اور لہو ولعب میں مشغول رہے
بوقتِ شب آپ شراب کے نشہ سے بدمست
اور مخمور ہو کر ہوش وحواس سے بیگانہ رہے
اور عقل وخرد کھو بیٹھے، ساری رات آپ شراب
کے نشہ سے بیہوش رہے، صبح کے وقت آپ
نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک پرندہ آپ
کے سر کے قریب ایک درخت کی شاخ پر
بیٹھا ہوا دلنشین اور روح پرور آواز میں
یہ آیت کریمہ ,, اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا
اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ،،
تلاوت کر رہا ہے، یہ آیت کریمہ سن کر آپ
بیدار ہوئے، خوفِ الٰہی سے آپ کے رونگٹے
کھڑے ہو گئے، اور خشیت ایزدی سے آپ
تھر تھر کانپنے لگے، اسی وقت آپ نے آلات
سرود وغنا کو توڑ دیا اور شیشہ ہائے شراب
کو پھوڑ دیا، عمدہ، قیمتی اور نفیس کپڑوں کو
پھاڑ دیا، اور عبادت الٰہی اور مجاہدہ وریاضت
میں مشغول ہو گئے،

اور بعض مؤرخین نے آپ کی توبہ کا سبب
یہ واقعہ قرار دیا ہے کہ آپ ایک کنیز پر فریفتہ
وشیفتہ ہو گئے، ہر وقت اسی کے خیال میں
بے چین وبے قرار ہو گئے اور ہر لمحہ اسی کے
تصور میں مضطرب وپریشان اور حیران
رہنے لگے، ایک دفعہ موسم سرما کی ایک
سرد ترین رات میں اپنی محبوبہ کے مکان
کی دیوار کے نیچے صبح تک کھڑے رہے اور
تمام شب آپ پر برفباری ہوتی رہی، لیکن
آپ کا استغراق وانہماک اتنا شدید تھا
کہ رات بھر نہ برفباری کا احساس ہوا
اور نہ ہی طویل ترین رات کے گذرنے کا
جب مؤذن نے صبح کی اذان کہی تو آپ نے
اسے عشاء کی اذان تصور کیا، جب خورشید خاور
مشرق کے دریچہ سے جھانکنے لگا، تو آپ کے
دل میں یہ بات آئی کہ میں نے ساری رات محبوبہ
کے انتظار میں کھلے آسمان کے نیچے گذار دی
لیکن اگر امام نماز میں کوئی لمبی سورت پڑھتا
تو تو دیوانہ ہو کر شور کرتا، اے مبارک کے
بیٹے تجھے اس بات پر شرم آنی چاہیئے ،،
اسی وقت آپ کے قلب کی دنیا میں ایک
کہرام برپا ہوا، ایک انقلاب رونما ہوا، دل
میں ایک درد اٹھا، ایک شعلہ بھڑکا، توبہ
کے شدید ترین داعیہ نے دل کی کایا پلٹ دی
تو آپ نے نفسانی خواہشات کے بت کو توبہ
کے گرز گراں سے پاش پاش کر دیا، اور عبادت
وریاضت میں مشغول ہو گئے اور اتنے اونچے
مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے کہ بڑے عباد وزہاد
آپ پر رشک کرنے لگے ،،

شیوخ واساتذہ

تائب ہونے کے بعد آپ مرو
سے بغداد آئے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت
میں حاضر ہو کر آپ سے استفادہ کرنے لگے
مدت مدید اور عرصہ بعید تک آپ کی خدمت
میں حاضر باش رہ کر آپ کے ظاہری اور
باطنی فیوض وبرکات اور علوم ومعارف سے
مستفیض ومستنیر ہوتے رہے، آپ کی
وفات حسرت آیات کے بعد مدینہ منورہ

حاضر ہوکر امام مالک سے مستفید ہوئے۔ ان کے علاوہ جن دیگر مشائخ واساتذہ سے استفادہ کیا، ان میں سے چند مشاہیر کے اسمار گرامی درج ذیل ہیں:۔

امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ، ہشام بن عروہ، عاصم رحول، سلیمان تیمی، حمید طویل خالد حذار، اسماعیل بن خالد وغیرہ،

آپ کا قول ہے کہ میں نے چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا ہے، مگر روایت صرف ایک ہزار سے کرتا ہوں،

آپ کے تلامذہ

اکابر محدثین اور اجلہ علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ کے چند ممتاز اور مشہور شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں،،

عبد الرحمان بن مہدی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہو، حسن بن عرفہ، طرفہ یہ کہ سفیان ثوری نے آپ کے اجلہ شیوخ میں ہونے کے باوجود آپ سے اخذ کیا ہے،،

ورع و تقوی

ایک دفعہ آپ نے ایک دکاندار سے انگور خریدنا چاہے اس کے انگوروں میں سے ایک دانہ خوشہ چکھنے کے لئے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا، آپ کو انگور پسند آگئے، جب آپ انگور خرید کر گھر تشریف لائے، تو یہ خیال آپ کے لئے سوہان روح بن گیا کہ میں نے انگور بیچنے والے کی اجازت کے بغیر انگور کا دانہ اٹھا کر کیوں کھایا اس سے اس کی اجازت کیوں نہ طلب کی؟ اس خیال نے آپ کو بیقرار کردیا، چنانچہ آپ نے واپس جاکر فروشندہ انگور سے اس دانہ کو بخشوانا چاہا، اس نے انکار کیا، آپ نے بڑی لجاجت سے فرمایا کہ دس درہم لیکر بخش دو، اس نے انکار پر اصرار کیا، یہاں تک کہ نوسو درہم کی ادائیگی پر وہ بخشنے کے لئے آمادہ ہوا، آپ نے بطیب خاطر نوسو درہم ادا کرکے اس سے وہ دانہ انگور بخشوایا اس پر انگور بیچنے والے سوداگر نے کہا کہ دیکھئے میں نے کیسی فنکاری اور فن کاری سے اس قدر روپیہ آپ سے ہتھیا لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، اگر تو اس پر بھی انکار کرتا تو میں پانچ ہزار درہم تک دینے پر تیار اور راضی تھا،،

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے باری تعالیٰ سے محو مناجات تھے کہ آپ کا گھوڑا چھوٹ کر کسی کی کھیتی میں جا پڑا، اور وہاں سے کچھ چر چگ آیا، آپ نے ہمیشہ کے لئے اس گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا اور آئندہ کبھی آپ سوار نہ ہوئے،

ایک دفعہ آپ نے مرو سے شام کی طویل اور کٹھن مسافت اس لئے برداشت کی کہ آپ نے شام کے ایک شخص سے ایک قلم لکھنے کے لئے لیا تھا اور وہ قلم اس کو واپس کرنا بھول گئے تھے

سخاوت اور فیاضی

آپ نے اپنی زندگی میں ہی تمام مال اور اپنا اثاثہ غرباء، فقراء، مساکین اور یتامیٰ پر تقسیم کردیا تھا، ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا، آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کا سب اسکی مہمان نوازی اور ضیافت پر خرچ فرمادیا اور فرمایا کہ مہمان اللہ کا فرستادہ ہے جہاں تک ہو اس کی خدمت اور تواضع کرنی چاہیئے، آپ کی اہلیہ اس بارے میں آپ سے جھگڑنے لگی، آپ نے فرمایا کہ ایسی عورت جو نیک کام میں مجھ سے نزاع کرے وہ اس لائق ہی نہیں کہ میرے گھر بیوی کی حیثیت سے رہے، آپ نے اس کا حق مہر ادا کرکے اس کو طلاق دیدی،،

حق تعالیٰ کی کارسازی کا کرشمہ دیکھئے کہ ایک سردار کی بیٹی آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئی، اس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی اور بھلی معلوم ہوئیں کہ گھر آکر اس نے اپنے والد سے کہا کہ میرا نکاح عبد اللہ بن مبارک سے کردیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو پچاس ہزار دینار دیکر اس کا آپ سے نکاح کردیا، پھر آپ نے عالم خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے عورت کو ہمارے لئے طلاق اب یہ عورت تجھ کو اس کے عوض میں عطا کی گئی ہے تاکہ تو یقین کرے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں نقصان و زیاں نہیں ہوتا،

توکل

جب آپ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنا باقیماندہ مال بھی راہ خدا میں لٹا دیا، ایک مرید آپ کے سرہانے بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اے شیخ آپ کی تین بیٹیاں ہیں اور آپ دنیا سے عالم آخرت کو سدھار رہے ہیں، ان کے لئے بھی کچھ چھوڑ جائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان سے کہہ دیا ہے، ھو متولی الصالحین یعنی اہل صلاح کا کارساز وہی ہے،،

جس کا کارساز اللہ ہو، وہاں عبد اللہ کی کیا ضرورت ہے،،

جامعیت

حسن بن علیلی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام عبد اللہ بن مبارک کے شاگردوں نے جمع ہوکر آپ کے

فضائل و کمالات شمار کئے تو سب نے اس بات
پر اتفاق کیا کہ آپ درج ذیل کمالات کے جامع
تھے۔

علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت
زہد، ورع، انصاف، قیام لیل، عبادت،
حج، غزوہ جہاد، شہسواری، شجاعت، جسمانی
طاقت وقوت، ترک لایعنی، قلت اختلاط،
لوگوں سے کم میل جول، عباس نے ان امور کا
اضافہ بھی کیا ہے، سخاوت، تجارت، محبت
باوجود مفارقت۔ ——— "تہذیب التہذیب"

رقت قلب

آپ انتہائی رقیق القلب تھے، خوف الٰہی سے ہردم
لرزاں وترساں رہتے تھے، "کتاب الرقاق"
پڑھتے وقت گریہ وزاری اور آہ وبکا سے
آپ کی یہ حالت ہوتی گویا کہ گائے ذبح کی
جارہی ہے۔ ——— تاریخ بغداد ص۱۶۷ ج۱۰

بہادری اور شجاعت

عبدۃ بن سلیمان راوی ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت عبداللہ بن
مبارک کی معیت میں بلاد روم میں جہاد
کے لئے گئے، جب دونوں صفیں باہم مقابل
ہوئیں تو دشمنوں کی صف سے ہل من مبارز
کا نعرہ لگاتا ہوا نکلا، اسکے مقابلہ کے لئے
مسلمانوں کی صف سے ایک بہادر نکلا،
مسلمانوں کے اس بہادر آدمی نے کافروں
کے اس مسلح آدمی کو قتل کردیا، کافروں کی
صف سے ایک اور آدمی نکلا اس کو بھی
اس نے مار گرایا، پھر ایک اور آدمی نکلا اس کے
ساتھ تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی،
آخر کار مسلمان بہادر نے اس کو بھی جہنم واصل
کیا، لوگ اس مسلمان بہادر کے ارد گرد جمع
ہوگئے، میں بھی ان میں تھا، اس شخص نے
اپنے چہرہ کو چھپالیا، میں نے نقاب کھینچ کر
دیکھا تو وہ امام عبداللہ بن مبارک تھے،
کمال شجاعت اور کمال اخلاص کا یہ ایک حیرت
انگیز واقعہ ہے۔ ——— تاریخ بغداد ص۱۶۷ ج۱۰

ولایت وکرامت

خلیلی فرماتے ہیں کہ ابن مبارک متفق علیہ امام ہیں
آپ کی بے شمار کرامات ہیں، کہا جاتا ہے کہ
آپ اپنے وقت کے ابدال تھے، ابو وہب
فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ
کا ایک اندھے آدمی پر گذر ہوا، اس نے
کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں آپ نے
دعا فرمائی تو اسکی بینائی لوٹ آئی، ابو وہب
کہتے ہیں کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے۔
——— تہذیب التہذیب ص۳۸۶ ج۵

آپ کی والدہ ماجدہ ایک روز باغ میں آپ
کو دیکھنے گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوئے
ہوئے ہیں اور ایک سانپ نرگس کی شاخ
منہ میں لیکر آپ سے مکھیاں دور کررہا ہے
——— (حدائق حنفیہ ص۱۲۰)

علمی پایہ

حضرت عبداللہ بن مبارک کی امامت، جلالت، عظمت، رفعت
اور علم حدیث میں ان کا غیر معمولی تبحر اور ان
کی بے پناہ مہارت وتعمق پر سب محدثین
متفق ہیں، بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کی
تعریف میں رطب اللسان ہیں اور چوٹی کے
علماء وفضلاء ان کی مدح سرائی میں نغمہ ریز
ہیں، ذیل میں چند اکابر محدثین کی آراء
ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں۔

امام اوزاعی کی نظر میں

عبدالرحمٰن بن یزید بھی راوی ہیں کہ امام اوزاعیؒ نے مجھ
سے دریافت کیا کہ کیا تم نے امام عبداللہ بن مبارکؒ
کی زیارت باکرامت کی سعادت حاصل کی ہے
میں نے کہا نہیں، امام اوزاعی نے فرمایا اگر تم
ان کو دیکھ لیتے تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو
جاتیں۔ (تاریخ بغداد ص۱۵۷ ج۱۰)

امام ابو اسحٰق فرازی کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مبارک سب مسلمانوں
کے امام ہیں۔ ——— تہذیب التہذیب ص۳۸۵ ج۵
تاریخ بغداد ص۱۶۴ ج۱۰، تذکرہ ص۱۷۶ ج۱

محدث شہیر ابن اسامہ

حضرت ابن اسامہ فرماتے ہیں کہ
امام عبداللہ بن مبارک کو محدثین میں وہ مرتبہ
اور مقام حاصل ہے جو عام لوگوں میں امیر المؤمنین
کو حاصل ہوتا ہے۔ تاریخ بغداد ص۱۵۶ ج۱۰
تذکرۃ الحفاظ ص۲۷۶ ج۱

محمد بن عبدالوہاب فراء

مشہور محدث حضرت محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ خراسان کے
خطہ سے عبداللہ بن مبارکؒ، نضر بن شمیل،
اور یحییٰ بن معین جیسے باکمال افراد اور نہیں پیدا
ہوئے

امام الجرح والتعدیل شعبہ بن حجاج

جرح وتعدیل کے عظیم ترین امام شعبہ بن حجاج
فرماتے ہیں کہ ہم (بصریوں) پر امام عبداللہ بن
مبارک جیسی عظیم وجلیل شخصیت کا حامل کوئی
اور نہیں آیا۔ تہذیب التہذیب ص۳۸۴ ج۵

حضرت سفیان ثوری کی نظر میں

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوریؒ

ان کے شیوخ اجلہ میں ہونے کے باوجود ان کے بارے میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ میری قلبی تمنا اور دلی خواہش ہے کہ میں اپنی ساری زندگی میں سے صرف ایک سال مجاہدہ، عبادت و ریاضت اور خدمت خلق میں گذار دوں مگر میں تین دن بھی ان کی وضع پر بسر نہیں کر سکتا،،

اسماعیل بن عیاش کی رائے

مشہور محدث اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے مادر گیتی کے تمام اطراف وجوانب میں چھان بین کی مگر میں ابن مبارک کی نظیر ڈھونڈھنے میں کامیاب نہ ہوسکا، اچھی عادات میں سے کوئی عادت ایسی نہیں جو حضرت حق تعالیٰ نے ان میں جمع نہ کر دی ہو،، تاریخ بغداد ص۱۶۱ ج۱۰
تذکرۃ الحفاظ ص۲۷۶ ج۱

امام ابراہیم بن شماس

عظیم محدث ابراہیم بن شماس فرماتے ہیں کہ میں نے دنیا کے سب سے بڑے فقیہ سب سے بڑے متقی اور سب سے بڑے حافظ حدیث کو دیکھا ہے، عالم اسلام کے سب سے بڑے فقیہ تو عبداللہ بن مبارک ہیں اور سب سے متقی اور پرہیزگار حضرت فضیل بن عیاض ہیں اور سب سے بڑے حافظ حدیث امام وکیع بن الجراح ہیں، اور حسن اتفاق سے یہ تینوں عظیم المرتبت اور بلند پایہ حضرات امام اعظم کے شاگرد ہیں اور خوشہ چین ہیں بلکہ آپ کے خاص الخاص شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں،، تاریخ بغداد ص۱۶۴ ج۱۰

نعیم بن حماد

نعیم بن حماد جیسا جید عالم آپ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے، میں نے عقل و دانش اور فہم و فراست میں عبداللہ بن مبارک سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا یعنی غیر معمولی علم وفضل عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ غیر معمولی دانش و بینش بھی آپ کا امتیازی وصف تھا، تذکرہ ص۲۷۷ ج۱

عبدالرحمٰن بن مہدی

نعیم بن حماد کہتے ہیں۔ کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک ابن مبارک افضل ہیں یا سفیان ثوری، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابن مبارک افضل ہیں، میں نے عرض کیا کہ لوگ اس بارہ میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں یعنی وہ سفیان ثوری کو افضل قرار دیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے ان کا تجربہ نہیں کیا پھر فرمایا، ما رأیت مثل ابن المبارک کہ میں نے ابن مبارک جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری سے زیادہ عالم تھے،،
(تاریخ بغداد ص۱۶۱ ج۱۰)

فضیل بن عیاض

احمد بن عبدہ روایت کرتے ہیں کہ فضیل بن عیاض، سفیان ثوری، اور کچھ دوسرے مشائخ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن مبارک پہاڑ کی گھاٹی سے نیچے اترے تو سفیان ثوری نے فرمایا کہ یہ اہل مشرق کے سب سے بڑے عالم ہیں، فضیل نے فرمایا کہ اہل مشرق، اہل مغرب اور ان کے درمیان جو لوگ بستے ہیں ان سب سے عبداللہ بن مبارک زیادہ عالم ہیں، نیز فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم میری آنکھوں نے ابن مبارک کی مثال نہیں دیکھی،، تاریخ بغداد ص۱۶۲
تذکرۃ الحفاظ ص۲۷۷، ج۱

سفیان بن عیینہ

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے صحابہ کرام کے حالات وواقعات پر خوب غور و خوض کیا، اگر صحابہ کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت مبارکہ اور غزوات کی شرکت کی سعادت حاصل نہ ہوتی تو ابن المبارک ان کے برابر ہوتے، یہ بھی فرمایا کہ ابن مبارک فقیہ، عالم، عابد، زاہد، شیخ، شجاع اور ادیب اور شاعر تھے،
تاریخ بغداد ص۱۶۲ ج۱۰، تہذیب التہذیب ص۳۸۵ (ج۵)

اسود بن سالم

اسود بن سالم فرماتے ہیں کہ جو شخص عبداللہ بن مبارک کو مطعون کرتا ہے، اس کا اسلام مشکوک ہے نیز فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک قابل اقتدار امام تھے اور سنت میں سب لوگوں سے زیادہ ثابت قدم تھے، تاریخ بغداد ص۱۶۵ ج۱۰
تہذیب التہذیب ج۵ ص۳۸۷،

امام احمد بن حنبل

عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی شخص علم کی طلب میں ساعی اور کوشاں نہ تھا، تذکرۃ الحفاظ ص۲۷۵ ج۱
تہذیب التہذیب، ص۳۸۴ ج۵

یحییٰ بن معین

یحییٰ بن معین کے سامنے عبداللہ بن مبارک کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ایک عظیم سردار ہیں، تذکرۃ الحفاظ ۲۷۷

امام عبداللہ بن مبارک کا امام اعظم، فقیہ اکبر

حضرت نعمان بن ثابتؒ

کی منقبت و مدح میں ایک بے مثال اور لاجواب قصیدہ

امام عبداللہ بن مبارکؒ امام اعظمؒ کے شاگرد رشید اور متصلب حنفی تھے، آپ نے امام صاحب کی تعریف و توصیف میں ایک بہترین قصیدہ لکھا ہے، جو ہدیہ ناظرین ہے:

لقد زان البلاد و من علیہا
امام المسلمین ابو حنیفہؒ
باحکام و آثار و فقہ
کآیات الزبور علی الصحیفہ

ترجمہ: مسلمانوں کے عظیم ترین امام و مقتدیٰ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے تمام اسلامی ممالک اور ان کے باشندوں کو احکام قرآنیہ، احادیث و آثار نبویہ اور فقہ اسلامی کے اسرار و رموز کے انوار سے ایسا منور اور روشن کر دیا ہے جس طرح زبور کی آیات صحیفہ پر جگمگا رہی ہیں“ مطلب یہ کہ عالم اسلام کی ساری رونق اور بہار احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہے، امام اعظم نے قرآن و سنت سے احکام شرعیہ کو ان کی تمام تر تفصیلات و جزئیات کے ساتھ نہایت سہل انداز سے مرتب و مدون فرما کر امت مسلمہ پر ایک ایسا احسان عظیم فرمایا ہے کہ تا قیام قیامت امت کی گردنیں اس احسان تلے دبی اور جھکی رہیں گی اور امت مسلمہ نے ان احکام شرعیہ پر عامل ہو کر دنیا میں بہار کی سی فضا پیدا کر دی“

فما فی المشرقین لہ نظیر
و ما فی المغربین و لا بکوفۃ

ہم نے آپ کی نظیر و مثیل کی تلاش میں مشرق و مغرب کے تمام اطراف و اکناف چھان مارے، مگر آپ کی نظیر کہیں بھی نہ مل سکی، کوفہ باوجودیکہ علم و عرفان کا مرکز ہے، علم کے چشمے یہاں ابل رہے ہیں، اور فضل و کمال میں کوفہ کا ہر عالم کوہ ہمالیہ کی سی رفعت کا حامل ہے، لیکن اس کے باوجود دار العلم کوفہ آپ کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے

یبیت مشمرا سہر اللیالی
و صام نہارہ للہ خیفہ

آپ کی راتیں عبادت و ریاضت، خوف الٰہی سے گریہ وزاری اور خشیت ایزدی سے روتے اور گڑگڑاتے گذر جاتی ہے، نالہ ہائے نیم شبی کی حلاوتوں سے آپ لذت شناس ہیں، سالہا سال آپ قائم اللیل یعنی شب بیدار اور صائم النہار یعنی ہمیشہ روزہ دار رہے، آپ کی حیرت انگیز عبادت و ریاضت محض خلوص و للہیت پر مبنی تھی، اور اس میں جذبہ اخلاص کارفرما تھا، ریاکاری اور دکھلاوے کا اس میں ادنیٰ ترین شائبہ بھی نہ تھا۔

و صان لسانہ من کل افک
و ما زالت جوارحہ عفیفہ

آپ نے ساری زندگی اپنی زبان کو گناہوں کی آلودگیوں سے محفوظ رکھا، یعنی افترا پردازی، بہتان طرازی، جھوٹ، غیبت وغیرہ جیسی گندگیوں سے اپنی زبان کو ملوث نہیں ہونے دیا، اور آپ کے سارے اعضاء نے عفت کا اعلیٰ ترین معیار قوم کے سامنے پیش کیا، آپ کی عفت کی قسم کھائی جا سکتی ہے“

یعف عن المحارم و الملاہی
و مرضاۃ اللہ لہ وظیفہ

آپ ہر قسم کے محارم و منکرات فواحش و منہیات اور لہو و لعب سے دور و نفور رہے اور کنارہ کش و دامن کشاں رہے، آپ کی زندگی کا نصب العین اور مطمح نظر رضائے الٰہی کا حصول تھا۔

ان اشعار کا ملخص اور لب لباب اور حاصل یہ ہے کہ آپ ورع و تقویٰ اور رضا بالقضا کے اعلیٰ ترین مقام کے حامل اور ان صفات و کمالات میں کامل تھے

فمن کابی حنیفۃ فی علاہ
امام للخلیقۃ و الخلیفہ

علم و عرفان، عفت و پاکدامنی، خلوص و للہیت اور ذہانت و فطانت کی جن رفعتوں پر آپ فائز ہیں، دوسرے علماء اور فقہاء ان کی بلندیوں کو کیسے چھو سکتے ہیں۔

امام ہیں اور خلیفہ وقت بھی آپ کے مقلدوں میں شامل ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رأیت العائبین له سفاھا
خلاف الحق مع حجج ضعیفه

امام اعظم کی ذات والاصفات کو ہدف تنقید بنانے والے اور ان کے مسائل پر ناحق نکتہ چینی کرنے والے لوگ حماقت و سفاہت کے پتلے اور پیکر مجسم ہیں، یہ لوگ ذہانت وفطانت سے کورے اور انصاف پسندی وعدل پروری کی صفت سے خالی اور عاری ہیں"

کیف یحل ان یوذی فقیہ
له فی الارض آثار شریفه

یہ کیسے اور کیونکر جائز ہے؟ کہ ایک ایسے عظیم فقیہ کو ایذاء پہونچائی جائے جس کے آثار و خدمات اور جس کے استنباط کردہ مسائل ومعضلات، باقیات، صالحات کی شکل میں مدون ومرتب اور محفوظ ومصئون ہیں۔ ان عظیم الشان دینی خدمات کی بناء پر ہر آن آپ پر رحمت خداوندی کی موسلا دھار بارش ہورہی ہے، اور آپ کے علوم ومعارف اور فیوض وبرکات سے ایک عالم سیراب ہورہا ہے اور آپ کے انوار سے بقعۂ عالم جگمگا رہا ہے آپ کی ان عظیم الشان اور فقید المثال دینی خدمات کے باوجود اگر کوئی آپ کی ذات کو ہدف تنقید بنائے گا تو ناشکری اور احسان فراموشی کی یہ بدترین مثال ہوگی،

وقد قال ابن ادریس مقالاً
صحیح النقل فی الحکم اللطیفه
بان الناس فی الفقه عیال
علی فقه الامام ابی حنیفه

ان اشعار میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حدیث وفقہ کے جامع اور امام حضرت امام شافعیؒ کا قول بطور استشہاد پیش کرتے ہیں کہ تمام علماء اور فقہا- امام اعظم کی بصیرت دینی کے سامنے طفل نابالغ کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی فقہ میں سب آپ کے خوشہ چین اور عیال ہیں، آپ کی حیثیت باپ کی ہے، اور دوسرے فقہاء آپ کے سامنے بیٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں،"

بقیہ ابن مبارک .....

امام مالکؒ

یحیی اندلسی کا بیان ہے کہ امام مالک کو ہم نے کسی کے لئے تعظیماً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن ابن مبارک کے لئے وہ اٹھے اور ان کو بالکل اپنے قریب بٹھلایا، قاری حدیث شریف کی تلاوت کرتا رہا، بعض جگہ امام مالک قاری کو روک کر عبداللہ بن مبارک سے پوچھتے کہ تم لوگوں (اہل عراق) کے پاس اس بارے میں کیا علم ہے؟ تو ابن مبارک نہایت ادب سے آہستہ آہستہ جواب دیتے جب مجلس اختتام پذیر ہوئی تو امام مالکؒ ان کے حسن ادب سے نہایت متاثر تھے اور ہم شاگردوں سے فرمایا کہ یہ ابن مبارک فقیہ خراسان ہیں، تہذیب التہذیب ص۳۸۷ ج۵

امام ابن سعدؒ

امام عبداللہ بن مبارکؒ ثقہ، مامون، حجۃ، اور کثیر الحدیث تھے، تہذیب التہذیب ص۳۸۶ ج۵

امام حاکمؒ

امام حاکم آپ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ آپ دنیا کے امام تھے علم وزہد وشجاعت اور سخاوت میں فرد فرید تھے

تہذیب التہذیب ص۳۸۶ ج۵

شیخ الاسلام علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام عبداللہ بن مبارک کو الامام، العلامہ الحافظ، شیخ الاسلام فخر المجاہدین، قدوۃ الزاہدین کے عظیم القاب سے یاد کرتے تھے، (تذکرہ ص۲۵۳ ج۱)

شارح صحیح مسلم علامہ نوویؒ

تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی امامت اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے، وہ تمام چیزوں اور کمالات میں امام تھے، ان کے ذکر سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے، اور ان کی محبت کی وجہ سے بخشش ومغفرت کی توقع کیجاتی ہے ابن سعد ان کو ثقہ، حجت اور کثیر الحدیث کہتے ہیں، تہذیب الاسماء ص۲۸۵ ج۱

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری

امام عبداللہ ابن مبارک کے بارے میں اپنے تاثرات واحساسات کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں، "عبداللہ بن مبارک اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے، تحفۃ الاحوذی ص۲۲ ج۱

دعائے صحت

محمد عظیم صاحب قادری خادم مسجد شیر انوار گیٹ کچھ دنوں سے بیمار ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔"

ادارہ

تصوف و سلوک:

تعلیماتِ مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز

(ماسٹر محمد عمر خان گڑھ)

سرمایۂ آخرت

دونوں جہانوں کے سرمایہ کی سعادت سید الکونین رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر وابستہ ہے، جس بدنصیب نے بصیرت کی آنکھوں میں حضرت صاحب شریعۃ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا سرمہ نہیں ڈالا وہ عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں فلاسفہ کے اتفاق کی گنجائش کہاں؟ بعض حضرات قرآن حکیم کی آیات کی تفاسیر فلاسفہ کے ذوق کے مطابق کرتے ہیں حالانکہ یہ باتیں سراسر دین اسلام کے خلاف ہیں اور کھلی ہوئی بے دینی ہے، فلاسفہ کی کتب کا مطالعہ باطنی بلکہ ظاہری نقصانوں سے خالی نہیں،

ایک اعلیٰ نصیحت

سب سے اعلیٰ نصیحت سعادت مند دوستوں کے لئے یہ ہے کہ سنت کی متابعت کریں اور بدعت سے بچیں، اور اس کی اشاعت و ترویج و تبلیغ کے لئے ہمت سے کام کریں اور اس کی اشاعت کی وجہ سے خلقت کی طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کریں، جو شخص کسی متروک سنت کو زندہ کردے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، تو معلوم ہونا چاہئے کہ جب کوئی فرض یا واجب زندہ کرے تو اسے کتنا اجر ملیگا؟ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے اور تمام فساد کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے، اہل ہنود نے بہت ریاضتیں اور سخت مجاہدے کئے، لیکن شریعت کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے بے اعتبار اور خوار ہیں اور عند اللہ مردود ہیں اگر ان سخت اعمال کا کچھ اجر ہو بھی تو وہ دنیاوی نفع ہی ہوگا جس کا کیا اعتبار؟ شریعت کے تابعداروں کی مثال ایسی ہے کہ وہ قیمتی جواہرات کا کام کرتے ہیں کام تھوڑا اور محنت و مزدوری زیادہ، کل قیامت کے دن صاحب شریعت علیہ السلام کی متابعت ہی کام آئیگی، احوال مواجید علوم و معارف، اشارات و رموزات اس متابعت کے ساتھ میسر ہو جائیں تو بہتر اور زہے نصیب، وگرنہ سوائے استدراج اور خرابی کے ان میں کچھ نہیں رکھا،

تاکید اتباع سنت و ترک بدعت

بدعت سے بچئے اگرچہ بدعت صبح کے نور کی طرح روشن ہی کیوں نہیں، بدعت دین کو کاٹنے والی کلہاڑی ہے اور سنت چمکتا ستارہ ہے، گذشتہ زمانہ میں اسلام قوی تھا اس لئے بدعت کی تاریکی کو اٹھا سکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات اسلام کے نور کی چمک میں نورانی نظر آتے ہوں اور حسن کا حکم پالیتے ہوں، صوفیائے کرام بھی اگر انصاف سے کام لیں تو انہیں سوائے سنت کے کسی امر میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کرنی چاہئے اور مشائخ کا بہانہ کرکے بدعت پر عمل نہ کریں بدعت دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت کو دور کرنے والی ہوگی یا اس سے سکوت کرنے والی یعنی توڑنے والی، ہمیں ایسی چیز کی کیا ضرورت ہے جو ہمیں سنت سے دور کردے، امر محدثہ کو حسن کہنا دین حقہ کی غیر کاملیت کی دلیل ہے اور نعمت کی ناتمامی کا اظہار ہے، کتب احادیث سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کو رفع کرنے والی ہے لہذا کسی فعل کی خصوصیت نہیں پس ہر بدعت سیئہ ہے، بروایت حضرت حسانؓ ارشاد نبوی ہے،

"ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا یرفع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیامۃ"

او کما قال، یعنی جب کوئی قوم بدعت کو رواج دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جیسی سنت کو ان سے اٹھا لیتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے پس سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کی بقا دوسری کی فنا کو لازم ہے پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنا ہے، تمام سنتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور اس کی ضد بدعتیں شیطان

کی پسندیدہ ہیں، آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کی وجہ سے اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے، لیکن کل قیامت کے دن معلوم ہو جائیگا کہ ہدایت پر کون ہیں؟ ہم یا وہ ہمارے مخالف اہل بدعات،؟

منقول ہے کہ حضرت امام مہدی اپنی حکومت کے زمانے میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کا احیا کرینگے تو مدینے کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنا چکا ہوگا ان بدعات کو احسن خیال کرکے دین کا جزو بنا لیگا، اور تعجب سے کہیگا کہ اس شخص (مہدی) نے ہمارے دین کو تباہ کر دیا ہے، مذہب وملت کو فنا کر دیا ہے، حضرت امام مہدی اس بدعتی عالم کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمائینگے

مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنت کو مضبوطی سے پکڑا اور بدعت سے اجتناب کیا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کو اتباع سنت کی دولت میسر ہو اور احوال نہ رکھتا ہو تو بھی خوش ہیں کہ یہ بھی عین نور ہے، اسی وجہ سے بزرگوں نے سماع اور مزامیر کو جائز نہیں سمجھا بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت مان کر اس سے پرہیز کیا،

تصوف کی حقیقت

فقیر کے نزدیک طریق صوفیاء حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کا مخالف ہے نیز طریق صوفیا کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہ کے ادا کرنے میں آسانی ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس امارہ کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے، آدمی جامع ترین موجودات ہے اس کے باعث بدترین مخلوقات بھی یہی ہے اور اشرف بھی اسی کے سبب ہے کیونکہ اس کی جامعیت کے باعث اس کا آئینہ نہایت مکمل ہے، اگر جہان کی طرف رخ کرے تو اتنا مکدر ہو جاتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور اگر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو سب سے زیادہ مصفا اور عمدہ ہے

طریق صوفیا، کا اصل مقصد اور مجاہدات وریاضات کا مدعا احکام شرع کی بجا آوری اور سنت کی متابعت ہے تاکہ نفس امارہ کی خواہشات دور ہوں کیونکہ نفس امارہ پر احکام شرعی کی بجا آوری سب سے زیادہ دشوار ہے اس لئے مرشد کامل کی توجہ و تصرف کے بغیر کام نہیں چلتا، صحبت شیخ سے شیخ کی توجہ قوی ہوتی ہے، اہل حق کی بات یہ ہے کہ انہوں نے انوار نبوت سے نور لیا ہے ان کی صحبت میں یہی تصور کافی وافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بواسطہ قلب اطہر حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شیخ کے دل سے میرے دل پر پڑ رہی ہے،

مرشد شریعت کی تعلیم کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی، اس لئے مرشد کے آداب کی رعائت از حد ضروری ہے

کشف، شہود، الہام ـ کرامات کی حقیقت

جو کچھ اعتبار کے لائق ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو وحی قطعی سے مقرر ہے، علماء کا اجماع واجتہاد بھی انہی دو اصولوں پر مبنی ہے ان کے علاوہ جو کچھ ہو خواہ صوفیاء کے معارف ہوں یا ان کے کشف والہام وخوارق عادات اگر انہی دو اصولوں پر موافق ہوں تو مقبول ہیں وگرنہ مردود ہیں،،

یاد رکھنا خوارق عادات وکرامات کا بکثرت ہونا کسی ولی کی فضیلت پر دلیل نہیں ممکن ہے کوئی شخص جس سے کوئی خرق عادت وکرامت ظہور پذیر نہ ہوئی ہو وہ اس شیخ سے افضل ہو جس سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہو،

بعض اولیاء اللہ جن سے کرامات وخوارق عادات ظاہر ہوئیں وہ آخر دم تک ان کے ظہور سے نادم ہوئے اور اکثر افسوس کرتے رہے کہ کاش ہم سے اس بات کا ظہور نہ ہوتا،

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خوارق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں تو پھر ولی اور غیر ولی میں کیسے پہچان ہوگی اور سچے کو کھوٹے سے کس طرح علیحدہ کیا جا سکے گا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمیز نہ ہونا ہی حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا اس جہان کے لوازم سے ہے، مرید رشید طالب صادق اپنے شیخ کے ہر معاملات سے خوارق وکرامات محسوس کرتا ہے، اور نہ ہی ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ضروری ہے جب نبی کا معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا تو پھر ولی کی کرامات کیسے ولی کے اختیار میں ہوگی،،

اہل اللہ کی شان

اولیاء اللہ نے جسمانی زندگی سے منہ پھیر کر روحانی زندگی کی طرف قدم بڑھایا اس لئے یہی لوگ زمین کا امن اور غنیمت گرانقدر ہیں،، انہی کے طفیل مخلوق خدا پر بارش ہوتی ہے،، انہیں کے طفیل مخلوق کو رزق ملتا ہے بھم یرزقون وبھم یمطرون،، الخ

کی نظر شفا ہے یہی لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں اور ان کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا" اولیاء اللہ کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے افضل ہے، جن کو اہل اللہ کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے اس کی دنیا و آخرت دونوں محمود بن جاتی ہیں، جس کی صحبت سے حق تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو جائے وہ شخص سچا ہے اور درجات کے فرق کے مطابق اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہے،

میں نے سنا کہ ایک دن بادشاہ امیر تیمور گورگانی بخارا کی گلی سے گذر رہا تھا اتفاقاً اسوقت حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ کے خدام خانقاہ پاک کے گلیم اور قالین جھاڑ رہے تھے امیر تیمور جو اسلامی اخلاق والا اور اہل اللہ سے محبت رکھتا تھا اس گلی میں قصداً ٹھہر گیا اور خانقاہ پاک کی گرد کو اپنے اوپر ڈلنے کو مشک و صندل سمجھ کر درویشوں کے فیض کی برکات سے مشرف ہوا، تیمور کی وفات کے بعد خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ،

"تیمور مرد ایمان برد"،

یعنی تیمور مرگیا اور ایمان سلامت لے گیا،

علمائے ربانی کا درجہ کا بیان

وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور حب جاہ یعنی بڑا بننے کی خواہش سے آزاد ہیں وہ علماء آخرت میں سے ہیں، اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیح وارث ہیں اور تمام مخلوق سے افضل ہیں، قیامت کے دن ان کے قلموں کے لکھنے کی سیاہی کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائیگا سیاہی والا پلہ بھاری ہو جائیگا، نوم العلماء عبادۃ علماء کا سونا عبادت ہے، علماء حقہ انسانوں کے دلوں کی کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں"

علمائے سوء کی تعریف،

جن علماء کی ساری ہمت کمینی دنیا کے سمیٹنے میں لگی ہوئی ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے ان کا فساد متعدی ہے"

"عالم کہ کامرانی و تن پروری کند"

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

یعنی وہ عالم جو دولت کو سمیٹ کر اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرتا ہو وہ صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے، جو صراط مستقیم کھو بیٹھا ہے وہ دوسروں کی کس طرح رہنمائی کر سکتا ہے گذشتہ زمانہ میں جو بلا و مصیبت مسلمانوں کو اور اسلام کو پہنچی وہ انہیں علماء سوء کی نحوست کی وجہ سے پہنچی، بادشاہوں کو بھی یہی طبقہ صراط مستقیم سے بہکاتا رہا، اسلام کے جو بہتر فرقے بنے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ان کے مقتداء بھی یہی برے علماء تھے،

خدا کی مخلوق میں بدترین مخلوق یہی علماء دنیا ہیں، فقیر کی مثال تو اس بڑھیا کی طرح ہے جس نے سوت کے چند دھاگے کات کر اپنے کو یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل کر لیا تھا،

علماء اپنا بلند مرتبہ پہچانیں

"مخلوق کی ہدایت اور نجات علماء کرام کے وجود سے وابستہ ہے، اور جہان کا خسارہ بھی انہی پر منحصر ہے، بہترین علماء جہان کے لوگوں میں بہترین مخلوق ہیں اور بدترین علماء جہان کے بدترین لوگوں میں ہیں،، ایک بزرگ نے شیطان کو بیکار اور فارغ بیٹھا ہوا دیکھا انہوں نے اس سے بیکار بیٹھنے کا راز دریافت کیا، کیونکہ شیطان کا کام مخلوق خدا کو گمراہ کرنا ہے اس نے جواب دیا کہ آج کل کے علماء ہمارا کام سر انجام دے رہے ہیں، اور یہی طبقہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے

ذکر کی مداومت کریں

حتی الوسع ذکر کی مداومت کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ھلک المسوفون، آج کا کام کل پر ڈالنے والے ہلاک ہو گئے، یہ عمل کا وقت ہے کل قیامت کے دن یہی وقت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد بجز حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا فرصت کو غنیمت جانیں، ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ بڑھاپے تک زندہ نہ رکھیں، اور اگر بڑھاپا میسر ہو،

لیکن دلجمعی اور فرصت نہ ہو، جوانی میں معمولی سا نیک عمل بھی بڑا اہم ہوتا ہے کل بڑھاپے میں حواس اور قوتیں سست پڑ جائینگی اور جمعیت کے اسباب پراگندہ ہو جائینگے، تو سوائے حسرت و یاس اور ندامت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل تک حق تعالیٰ مہلت ہی نہ دیں اور ندامت و پشیمانی کا موقع جو ایک طرح کی توبہ ہے وہ بھی نصیب نہ ہو، سالک کو چاہئے کہ وہ مرشد کے ارشاد کردہ ذکر کو پوری ہمت سے کرتا رہے، لسانی ذکر یا قلبی ذکر، اگرچہ بے وضو ہی کیوں نہ ہو غفلت سے ہزار درجہ بہتر ہے،، ہر کام کا ایک وقت مقرر کریں

زمینداری کا شرعی نظام

(آخری قسط)

مولانا سید امین الحق صاحب خطیب جامع مسجد شیخوپورہ

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مالک کی طرف سے زمین ہے اور دوسرے کی طرف سے آلات وتخم وغیرہ ہیں تو یہ مزارعت ناجائز ہے، امام مالکؒ کے نزدیک ایک صورت سے مزارعت جائز ہو سکتی ہے، کہ فریقین کی ہر ایک چیز کی قیمت روپیہ یا مال سے مشخص کی جائے لیکن وہ غلہ نہ ہو، مثلاً زمین کے استعمال کی قیمت کہ اتنی مدت میں اس کے استعمال کی قیمت اتنا روپیہ ہے یا اتنا دوسرا مال ہے اور اتنی مدت میں زراعت کے آلات کے استعمال کی قیمت لگائی جائیگی اور جو فریق جس جس چیز کے ساتھ شریک ہوگا وہ اس کا سرمایہ ہے اور اس سرمایہ کے ساتھ مشترک کاروبار میں وہ شریک ہے اور حصہ دار ہے اور اپنے اپنے سرمایہ کی نسبت سے فریقین کے درمیان منافع یعنی پیداوار تقسیم کی جائیگی، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے سوا فقہاء اربعہ کے نزدیک ہماری زمینداری کا طریقہ ناجائز ہے اور سب کا منشاء قریب قریب وہی ہے کہ عمل ومؤنت کے بغیر زمین کے استفادہ کرنے سے کتاب وسنت نے منع فرمایا ہے، اور مشترک کاشت میں چونکہ فریقین یا تو حقیقتاً عمل اور مؤنت کو برداشت کرتے ہیں اور یا حکماً اس میں دونوں شریک ہیں اور ہر ایک فریق کو اس کے زیادہ عمل ومؤنت کا زیادہ معاوضہ دیا جا رہا ہے جیسے کہ نہری اور چاہی زمین کی آبپاشی میں ایک قسم کی مؤنت سمجھی گئی ہے اور دونوں قسم کی زمین میں نصف عشر وظیفہ رکھا گیا ہے حالانکہ نہری زمین میں مالی مؤنت ہے کہ سرکار کو آبیانہ کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، اور چاہی زمین میں عملی مؤنت ہے، مگر مالی مؤنت کو عملی مؤنت کے برابر اور اس کا قائم مقام سمجھا گیا ہے

فقہائے امت کے مسلک اور حضرت رافعؓ کی حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد جس میں مزارعت کی ممانعت کی گئی ہے اور مزارعت کا مروجہ طریقہ ناجائز ثابت ہوتا ہے، قدرتی طور سے اس موقع پر سوال پیدا ہوگا کہ کیا ہمارے ملک کے یہ تمام زمیندار دینی گناہ اور معصیت میں مبتلا ہیں؟ اور ان کی زمیندارانہ پیداوار ناجائز اور حرام ہے؟ تو اس جواب کے سمجھانے کے لئے میں دنیائے علم کے چمن آرا اور دارالعلوم دیوبند کے آفتاب فضیلت حضرت مولانا السید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے امالی فیض الباری سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قضاء اور دیانت یعنی قانونی ضابطہ اور آپس کی رضامندی دونوں الگ الگ شعبہ ہیں، قضاء کا حکم یعنی قانون اور ضابطہ کا حکم اور ہے اور دیانت یعنی آپس کے اتفاق اور رضامندی کا فیصلہ دوسرا ہے، قضاء اور دیانت کی اصطلاح فقہاء کے یہاں عام مستعمل ہیں اور مختلف معاملات کے متعلق فقہاء نے کہا ہے کہ وہ قضاء میں یعنی قانون اور ضابطہ میں درست نہیں ہیں، مگر دیانت میں یعنی آپس کے اتفاق اور باہمی رضامندی میں جائز ہیں، اور فقہاء کا ایسا کہنے میں یہ مقصد ہوتا ہے کہ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ اسلامی قانون میں ان کے جواز کی گنجائش نہیں ہوتی ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ باہمی اتفاق اور رضامندی سے ناجائز اور حرام ہیں اور آپس کی رضامندی میں طے کرنے والوں کو دین میں عاصی اور مجرم قرار دیا جائے، جیسا کہ فاسد اجارہ اور فاسد مضاربت قانون اور ضابطہ میں دونوں فاسد ہیں مگر دونوں میں اجرت حلال ہے گناہ نہیں ہے، حیوان کے بدلہ میں حیوان کو قرض لینا قانون میں منع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، مگر حیوان کے بدلہ میں اگر مدیون نے حیوان کو ادا کر دیا ہے اور لینے والا اس پر خاموش رہا اور رضامند ہے تو وہ دین میں گناہ اور معصیت نہیں ہے، امام بخاریؒ نے کتاب الوکالۃ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بدلہ میں دائن کو اونٹ ادا کر دیا ہے اور اگر دائن اور مدیون میں اس حیوان کے

بارے میں جھگڑا ہوتا جو قرض خواہ کو ادا کیا جاتا ہے تو قانون اور ضابطہ میں ایسا استقراض لغو کر دیا جاتا اور دائن کو بجائے حیوان دینے کے اس کے قرض دیئے ہوئے حیوان کی قیمت ادا کر دی جاتی جیسا کہ ذوات القیم میں قاعدہ ہے، یا اگر بیٹے کے ہوتے ہوئے میت کی میراث میں اگر پوتے نے جھگڑا ڈالا ہے تو اس کے دادا کی میراث میں اس کے چچا کی موجودگی میں قانون اور ضابطہ میں اس کو کچھ نہیں ملیگا لیکن باہمی اتفاق اور رضامندی میں اگر اس کا چچا اسکو کچھ دیدیتا ہے تو دین میں وہ گناہ اور معصیت نہیں ہے، ایسی بہت سی مثالیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل اور معصیت میں تلازم نہیں ہے یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ ایک معاملہ شرعی ضابطہ میں باطل ہے مگر دین میں وہ گناہ اور معصیت نہیں ہے اور جس نے باطل اور معصیت میں تلازم کا گمان کیا ہے وہ حق سے دور رہا ہے"

حقیقت یہ ہے کہ معاملات دو قسم کے ہوتے ہیں"

(۱) ایک قسم وہ معاملات ہیں کہ وہ فی نفسہ گناہ ہیں قانونی فیصلہ ہو یا آپس کی رضامندی ہو بہر حال وہ معصیت ہیں، مثلاً سود"

(۲) اور دوسری قسم وہ معاملات ہیں کہ وہ کسی عارض کی وجہ سے منع ہیں مگر فی نفسہ وہ معصیت نہیں ہیں، اگر ایسے معاملات میں جھگڑا پڑ جائے اور قانونی فیصلہ لینے کی ضرورت پڑ گئی تو ایسے معاملات لغو کر دیئے جائینگے اس لئے کہ وہ پہلے منع کر دیئے گئے تھے اور قانون میں ناجائز قرار دیئے جائینگے اور اگر عدالت سے قانونی فیصلہ کی ضرورت نہیں پڑی تو فریقین باہمی رضامندی سے جیسا چاہیں کریں، اس کی باہمی رضامندی میں خواہ مخواہ قانون دخل نہیں دیگا اور وہ گناہ اور معصیت نہیں کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح مزارعت کا معاملہ ہے قانون اور ضابطہ میں وہ ناجائز ہے اگر مالک اور مزارع میں اس کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے اور عدالت میں معاملہ پیش ہوا ہے تو عدالت کے قانون میں اگرچہ مزارع کی طرف سے مالک کے پاس وثیقہ ہے مگر مزارع اپنے معاہدہ کا پابند نہیں سمجھا جائیگا اور وثیقہ کی رو سے مالک کے لئے مزارع پر کوئی حق عدالت قائم نہیں کریگی، اور مالک کا دعویٰ خارج کر دیا جائیگا اسلئے کہ قانون نے مزارعت سے منع کر دیا تھا، قانون میں زمیندار کے لئے زمیندارانہ حقوق جو اس نے رسم و رواج میں قائم کر دیئے ہیں جائز اور مشروع نہیں ہیں قانون ان کے زمیندارہ حق کو تسلیم نہیں کرتا مگر اسلام کے قانونی نظام سے الگ ہو کر اگر مزارع زمین کے مالک کو باہمی رضامندی سے کچھ دیدیتا ہے تو جائز ہے حرام نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسا معاملہ ہے کہ عدالت کے سامنے پیش نہیں ہوا اور ناجائز قرار دینے والے قانونی اختیارات کے قابو سے باہر ہے اور قانون کے علاوہ کوئی ایسی دوسری طاقت نہیں ہے کہ اس کو ناجائز قرار دیدے جیسے مجاہد کے بیان میں جن حضرات کا ذکر ہوا ہے کہ انہوں نے مشترک کاشت کا معاملہ کیا تھا، ایک کی طرف سے زمین دی گئی اور کسی نے تخم دیا تھا اور کسی نے ہل بیل کا انتظام کیا تھا، اور ایک صاحب نے محنت اور عمل کیا، مگر جب یہ معاملہ حضورؐ کے سامنے پیش ہوا تو حضور نے تخم دینے والے کو پیداوار دیدی اور محنت اور کام کرنے والے کو یومیہ کے حساب سے مزدوری دیدی گئی اور ہل بیل والے کو مروجہ اجرت کا فیصلہ دیا اور زمین کے مالک کو حضور نے خالی ہاتھ واپس کر دیا (مبسوط ص۱۶ ج۲۳)

اگرچہ انتظامی نظریہ میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے مگر مزارعت کی پیداوار باہمی رضامندی سے جائز ہے فیض الباری ص۲۸۹ تا ص۲۶۵)،

جن حضرات نے حضرت شاہ صاحب کے علم و فقاہت کا محیر العقول نظارہ دیکھا ہے ان کے لئے حضرت شاہ صاحب کی اس اصولی بات میں کچھ تعجب نہیں ہو گا مگر شاید بعض حضرات کے لئے یہ بات عجیب سی ہو لیکن خود عہد صحابہؓ میں اس قسم کے اصول کا سراغ ملتا ہے، کہ ہر حکم کو دینی قانون میں شریک کر کے خلاف ورزی کرنے والے کو گنہگار قرار دیدینا صحابہ کا نقطۂ نظر نہیں تھا جیسا کہ جب حضرت زید کو اطلاع ہوتی ہے کہ حضرت رافع فرماتے ہیں کہ حضور نے زمین کو کرایہ پر دینے کی ممانعت کی ہے تو حضرت زید نے فرمایا کہ انصار کے دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا اور دونوں حضور کے پاس آئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تمہارا یہ حال ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ دیا کرو، (ابو داؤد ص۱۲۵ ج۲)

چونکہ جھگڑا ہوا اسلئے حضور نے ممانعت فرمائی ورنہ وہ گناہ اور معصیت نہیں ہے اسی طرح حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور نے مزارعت کی ممانعت نہیں کی ہے لیکن بہتر

یہ ہے کہ اپنے بھائی کو بلا معاوضہ اپنی زمین
کاشت کے لئے دیدو، بخاری ص۳۱۵ ج ۱
حضور نے لاتفعلوا فرماکر مزارعت کی ممانعت
فرمائی تھی اور حکم دیا تھا کہ بلا معاوضہ اپنی زمین
دوسروں کو کاشت کے لئے دیدو مگر ابن عباسؓ
کی غرض یہ ہے کہ حضور کے اس نہی اور اس حکم
کی خلاف ورزی گناہ اور معصیت نہیں ہے
اگرچہ قانون اور ضابطہ میں حضورؐ کی نہی نہی کے
مقام پر اور حضور کا حکم حکم کے مقام پر ہے،

دیانت اور قضاء میں فرق

حضرت شاہ صاحب نے قضاء اور دیانت
کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے دیانت اور قضاء
کے فرق کو اس طرح واضح کیا ہے کہ فی ما
بینہ وبین اللہ دیانت ہے اور فی ما
بینہ وبین الناس قضاء ہے اگر کوئی
معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوا ہے تو وہ قضاء
ہے اور اس میں قضاء اور حاکم کا فیصلہ ضروری
ہے، اور اگر قاضی یا حاکم کے حضور وہ پیش
نہیں ہوا ہے تو وہ دیانت اور مفتی کا وظیفہ
ہے اور اس میں قضاء کا فیصلہ نہیں دیا جائیگا
بلکہ اس میں مفتی کا فتویٰ، مسئلہ ہے کہ اس
میں قاضی اور حاکم وہ ہوتا ہے کہ جسکو امیر حکومت
نے احکام کی تنفیذ اور اجراء پر مامور کیا ہے
اور مفتی وہ ہوتا ہے کہ جس سے لوگ مسائل دیانت دریافت
کرتے ہیں لیکن لوگوں کے تنازعات میں وہ
قضاء اور حاکمانہ فیصلہ دینے کا حق نہیں رکھتا
ہے احکام کا اجراء اور تنازعات کا فیصلہ کرنا
مفتی کا منصب اور وظیفہ نہیں ہے، مفتی
کے مسائل اور ہیں اور قضاء کے احکام دوسرے
ہیں، مفتی، قاضی یا حاکم کے احکام پر فتویٰ
نہیں دے سکتا، اور قاضی یا حاکم مفتی یا
دیانات کے مسائل پر حکم یا فیصلہ نہیں کرینگے
اور فقہاء نے صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے
کہ قضاء کے حکموں پر مفتی کو فتویٰ دینا اور
دیانات کے مسئلوں پر قاضی کو فیصلہ کرنا
جائز نہیں ہے قاضی یا حاکم کے فیصلوں میں
اور مفتی کے مسئلوں میں کبھی تناقض ہوتا
ہے، ان میں کبھی حلال اور حرام کا فرق ہوتا
ہے مگر قاضی یا حاکم کے فیصلے اور حکم کے بعد
فتویٰ باقی نہیں رہتا ہے اور مفتی کا فتویٰ
یا دیانت کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، دلائل
اور مثالیں اگر دیکھنے ہیں تو فیض الباری
ص۱۸۷/ج ۱، کا مطالعہ کیجیے،،

حضرت شاہ صاحب کی اس بحث سے یہ
حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ حنفیوں
نے اگر امام محمد اور امام ابو یوسف کے مسلک
پر فتویٰ دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے
کہ مالک اور مزارع کے تنازع اور قاضی اور
حاکم کی مراجعت کئے بغیر مفتی کے فتویٰ میں
بٹائی کا طریقہ گناہ اور معصیت نہیں ہے
لیکن اگر قاضی یا حاکم کے سامنے بٹائی کا معاملہ
پیش کیا گیا ہے تو قاضی کا حکم یا فیصلہ مفتی
کے فتویٰ کے تحت نہیں ہے اور حاکم یا
قاضی کے حاکمانہ فیصلہ میں بٹائی کا طریقہ
ناجائز اور بیہودہ قرار دیا جائیگا اور قاضی
یا حاکم کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ
اپنے فیصلہ میں فتویٰ اور دیانت کا یہ مسئلہ
کہ بٹائی جائز ہے جائز اور قائم رکھے اور قاضی
یا حاکم کے اس حاکمانہ فیصلہ کو کہ بٹائی کا طریقہ
حرام اور منع ہے کسی مفتی کا فتویٰ یا عالم
کا مسئلہ جواز میں تبدیل نہیں کرسکتا ہے
بلکہ شرعی حکم وہی ہے جسکو قاضی یا حاکم اپنے
فیصلہ میں نافذ کرتا ہے اور اس کے خلاف
کسی مفتی کا فتویٰ یا کسی عالم کا بتایا ہوا مسئلہ کسی
کے سننے اور عمل کرنے کے قابل نہیں ہے،،

قاضی شوکانی وغیرہ کی تحریروں سے بعض
حضرات کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ مسئلہ میں
حنفی علماء نے مزارعت کے جواز پر فتویٰ
دیا ہے اسلئے حنفیوں کے یہاں مزارعت
جائز ہے، مگر یہ غلط فہمی ہے کہ قضاء اور
دیانت کے مسائل اور احکام میں فرق پر
ان حضرات کو تنبیہ نہیں ہوتی، حنفیوں کے
اس فتویٰ سے یہ حقیقت نہیں بدل سکتی
ہے کہ بٹائی کا طریقہ کتاب اور سنت کے
منشاء کے خلاف تھا اور حنفیوں کے فتویٰ
کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بٹائی کا طریقہ
دیانت اور فتویٰ میں اگرچہ گناہ اور معصیت
نہیں ہے، مگر قانونی ضابطہ میں اور قاضی
یا حاکم کے فیصلہ میں بٹائی کا طریقہ ناجائز
اور منع ہے،،

آخر میں اتنی گذارش ہے کہ میں نے اپنی
توفیق کے مطابق مزارعت کے متعلق کتاب
اور سنت کے نقطۂ نگاہ کو عرض کیا ہے
اور اپنی طرف سے یہ کوشش کی ہے کہ وہ
سنت اور آثار میں جس طرح بیان ہوا تھا
اس کو بلا کم و کاست یہاں نقل کردیا ہے
اگر کسی صاحب کو اس میں کہیں فرق نظر
آیا ہے تو وہ میری کوشش کی کوتاہی اور
میری سمجھ کی غلطی ہے اس کی عفو چاہتا
ہوں،،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ط

وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح

سورۃ النحل! اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے،،

(۱) **ولاجر الاٰخرۃ اکبر م ۱۴ ع** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ آخرت کے عذاب کا بڑا اور سخت اور دائمی ہونا ان کے جاننے اور سمجھنے پر موقوف ہے اور اس معنی کا صحیح نہ ہونا واضح ہے کیونکہ اس تقدیر پر جملہ **لو کانوا یعلمون** شرط مؤخر اور **ولاجر الاٰخرۃ** جزائے مقدم یا جزا پر دلالت کرنیوالا بن جاتا ہے اور اکبر پر وقف کرنے سے جملہ لو کانوا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور اس میں لو تمنی اور آرزو کے لئے ہے اور معنی یہ ہے کہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور دائمی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو جان لیتے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتے

سورۃ الاسراء! اس میں وقف لازم دو جگہ ہے،،

(۱) **وان عدتم عدنا** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وجعلنا، عدنا پر معطوف ہے اور یہ بھی وان عدتم کی جزاء میں شامل ہے، اور معنی یہ ہیں کہ اور اگر تم لوٹوگے اور دوسری بار قصور کروگے تو ہم بھی لوٹیں گے اور تمہیں دوسری بار سزا دینگے اور ہم دوزخ کو گھیرنے والی بنا دیں گے اور اسی طرح دوسری بار قصور کرنے سے دنیا میں بھی سزا ملیگی اور اسی طرح دوسری بار قصور کرنے کی صورت میں ہم دوزخ کو بھی ان کے گھیرنے والی بنا دینگے اور ان کو آخرت میں جہنم کی سزا بھی دینگے، حالانکہ جہنم کی سزا کفار کے لئے دوسری بار قصور کرنے سے وابستہ اور موقوف نہیں ہے بلکہ ان کو آخرت کی سزا ان کے کفر کے سبب ان کو ہر حال میں ملیگی دوسری بار شرارت کریں خواہ نہ کریں، اور عدنا پر وقف کرنے سے وجعلنا کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا پہلے جملہ سے بالکل علیحدہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں، اور اگر تم دوسری بار قصور کروگے تو ہم بھی دوسری بار سزا دینگے اور ہم نے آخرت کی سزا کے لئے دوزخ کو کفار کے گھیر لینے والی بنا رکھا ہے،،

(۲) ،، **الا مبشرا و نذیرا ۱۲ ع** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ **وقراٰنا فرقنٰہ** جو اس کے بعد ہے وہ وما ارسلنٰک کی ضمیر متکلم سے حال ہے اور اس صورت میں دوسری نعمت کا جو وقراٰنا والے جملہ میں بیان کی گئی ہے مستقل ہونا واضح نہیں ہوتا کیونکہ معنی اس طرح ہو جاتے ہیں، اور ہم نے آپ کو اس حالت میں خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو بھی حصوں پر تقسیم کر دیا ہے تاکہ سمجھنے اور پڑھنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور نذیرا پر وقف کرنے سے جملہ وقراٰنا کا مستانفہ ہونا اور دوسری نعمت کا مستقل نعمت ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور معنی یہ ہو جاتے ہیں اور ہم نے آپ کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور قرآن کو حصوں پر بھی تقسیم کر دیا ہے

سورۃ مریم۔ اس میں وقف لازم چار جگہ ہے،،

(۱) **واذکر فی الکتٰب مریم ۳ ع ۲** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ **اذ انتبذت** میں جو اذ ہے وہ واذکر فی الکتٰب کا ظرف ہے اور مفعول فیہ زمانی ہے، اور معنی یہ ہو جاتا ہے اور ان کو کتاب میں مریم علیہا السلام کا قصہ اسوقت سنا دیجئے جب وہ حمل اور ولادت کی شرمندگی کو چھپانے کے لئے اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ جگہ میں چلی گئیں تھیں، حالانکہ یہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھا۔ اور مریم پر وقف کرنے سے جملہ اذ انتبذت کا مستانفہ ہونا اور اذ کا اذکر مقدر کے لئے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے،

اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ آپ ان کو مریم علیہ السلام کا قصہ سنا دیجئے اور یہ قصہ اسوقت پیش آیا تھا جب وہ اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ ٹھہری ہوئی تھیں،

(۲) **اذ قضی الامر ع ۲** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ **وھم فی غفلۃ** جو اسکے بعد ہے اس کا واؤ حالیہ ہے اور یہ وانذرھم کی ضمیر منصوب سے حال ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں، اور ان کو افسوس اور شرمندگی کے دن سے اس حال میں ڈرا دیجئے کہ ان کے مقدمہ کا فیصلہ ہو جائیگا اور سزا سنا دی جائیگی، اور یہ غفلت میں ہونگے، حالانکہ سزا

سننے کے وقت ہر ایک آدمی پوری طرح باخبر ہوگا اور الامر پر وقف کرنے سے وھم فی غفلۃ والے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ، اور آپ ان کو افسوس کے دن سے ڈرا دیجئے جب مقدمہ کا فیصلہ ہو جائیگا اور یہ دنیا میں غفلت اور بے توجہی میں پڑے ہوئے ہیں، اور آخرت کی سزا سے بالکل بے خبر بنے ہوئے ہیں،

(۳) الی جھنم ورداً ام ع یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لا یملکون الشفاعۃ جو اس کے بعد ہے وہ ورداً کی صفت ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ، اور ہم گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہونے کی حالت میں ہانکیں گے اور چلائینگے کہ یہ کسی کے لئے بھی سفارش کا اختیار نہیں رکھینگے اور ورداً پر وقف کرنے سے جملہ لا یملکون کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں، اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہونے کی حالت میں ہانکیں گے اور وہ مقبول بندے بھی کسی کی سفارش کرنے کے بارہ میں با اختیار نہیں ہونگے،

(۴) عند الرحمٰن عھداً ام ع،

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وقالوا اتخذ الرحمٰن جو اس کے بعد ہے وہ پہلے جملہ پر معطوف ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں، اور سفارش کا اختیار ان کو ملیگا جو حضرت رحمان سے عہد اور اجازت لینگے اور جو یہ کہیں گے کہ حضرت رحمان نے بھی اولاد اختیار کر رکھی ہے، اور فرشتوں وغیرہ کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے، حالانکہ اولاد کا عقیدہ رکھنے والے مشرک ہیں اور ان کو سفارش کرنے اجازت کسی صورت میں بھی نہیں مل سکتی، اور عھداً پر وقف کرنے سے جملہ وقالوا اتخذ الرحمان ولداً کا مستانفہ ہونا اور پہلے کلام سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور اب معنی یہ نکلتے ہیں کہ سفارش کا اختیار ان کو ملیگا جنہوں نے حضرت رحمان سے اجازت حاصل کی ہوگی اور یہ مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت رحمان نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے،،

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

سیّد بنوریؒ

مولانا فضل محمد فقیر والی

فرید الدہر، وحید العصر، محقق زماں، مدقق دوراں، منبعِ علم و عرفان مجسمۂ ایمان و ایقان، غزالیٔ وقت، رازیٔ دوراں، سید المفسرین سند المحدثین امام الاذکیا، سلطان الاصفیا، سرتاجِ ادبا بحر العلوم، شیخ الاسلام والمسلمین آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات اور انتقالِ پر ملال کا سانحہ ایک روح فرسا المیہ اور جگر گداز حادثہ ہے۔ حضرت کی وفات کی خبر وحشت اثر سے قلب پر ایک برق سی گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ دل و دماغ کے آفاق پر غم و حزن کی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اعضاء شل اور حواس معطل ہو کر رہ گئے

حضرت اقدس کے انتقال کا المیہ ایسا نہیں جو جلد ہی بھلایا جا سکے یہ زخم ایسا نہیں جو جلد مندمل ہو سکے بلکہ اس کی ٹیس اور چبھن، اس کا درد اور سوز اس کی جلن اور کسک مدتوں محسوس ہوتی رہے گی جب میں سوچتا ہوں کہ حضرت اقدس اپنی نظیر چھوڑ کر نہیں گئے اور تمام عالم اسلام میں کہیں بھی ان کی مثال نظر نہیں آتی تو دردِ دل سوا ہو جاتا ہے اور غموں کے بحرِ ناپید کنار میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔

مولانا جو کل تک ہم میں موجود تھے، جن کے علوم و معارف سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا، جن کے فیوض و برکات سے ایک جہاں مستفیض ہو رہا تھا، جن کی ضیا پاشیوں اور ضو فشانیوں سے پاکستان کا گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ جگمگا رہا تھا، جن کے انفاسِ قدسیہ، جن کے کلماتِ طیبات جن کی نورانی مجلسوں جن کی عرفانی محفلوں، جن کی پاکیزہ صحبتوں اور جنکے قلبی سوز و گداز سے دلوں کی سرد انگیٹھیاں دہکنے لگتی تھیں جن کے قلب کی ہر دھڑکن، جن کے دماغ کی ہر سوچ، جن کے سینہ کا ہر تنفس جن کی زبان کا ہر لفظ، جن کے ہاتھ کی ہر جنبش اور جن کے پاؤں کی ہر حرکت اسلام اور صرف اسلام کے لئے وقف تھی، جو سراپا اخلاص اور ہمہ تن ایثار تھے، ایسی باکمال اور عظیم و جلیل شخصیت کے انتقال و ارتحال سے قلب پر غم و حزن کی جو غیر معمولی کیفیت طاری ہوئی رنج و ملال کی جو برق ہر رگ و پے میں دوڑی اس کی تصویر کشی سے پائے قلم لنگ اور دامنِ قرطاس تنگ ہے، قلم درماندہ تذکرہ و نگارش سے یکسر عاجز اور فکر گم گشتہ اظہار و تعبیر سے یک قلم قاصر ہے۔ دل نہیں مانتا کہ مولانا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، دماغ تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت اس کائناتِ رنگ و بو سے منہ موڑ چکے ہیں۔ طبیعت یہ ماننے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ حضرت قدس سرہٗ العزیز ہمیشہ کے لیے ہم خدام کو غموں کے بحرِ بیکراں میں غلطاں و پیچاں چھوڑ کر عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار چکے ہیں دل مانے نہ مانے، دماغ تسلیم کرے یا نہ کرے حضرت اقدس کی وفات ایک تلخ اور روح فرسا حقیقت ہے۔ حقائق خواہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں انہیں بہر حال ماننا ہی پڑتا ہے۔ ان سے کب تک آنکھیں بند کی جا سکتی ہیں۔

اس حادثۂ فاجعہ اور اس سانحۂ جانکاہ پر آنکھیں اشکبار ہیں جگر زخمی اور فگار ہے، قلب بے چین اور بے قرار ہے۔ دماغ پر غموں کا بار ہے۔ چہرہ پژمردہ، افسردہ اور نزار ہے۔

مولانا کی وفات سے علم کا نیرِ تاباں غروب ہو گیا، فضل و کمال کی بساط الٹ گئی، دانش و بینش کے ایوانوں پر زلزلہ طاری ہوا، اخلاص و للّٰہیت کے چمنستانوں پر ویرانی چھا گئی، کی بہاروں پر خزاں نے تسلط جما لیا، علمی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

تفسیر کا امام چل بسا، حدیث کا بے نظیر ترجمان اور شارح روپوش ہو گیا، فقہ و ادب کا خزانہ لٹ گیا۔

مولانا نہایت جامع اور باکمال شخصیت کے مالک تھے، مولانا اپنی ذات میں ایک ادارہ، ایک انجمن اور ایک مؤتمر تھے، ایک ذات میں بہت سی ذاتیں جمع ہو گئی تھیں۔

مولانا کیا تھے۔ علم کا بحرِ ذخّار، معرفت کا سمندر ناپید کنار، اقلیمِ علم کے تاجدار، مملکتِ سخن کے شہریار، کاروانِ زہد کے قافلہ سالار، میدانِ ادب کے بانکے شہسوار، خوش اخلاق و خوش اطوار، سعادت ملا، نادرۂ روزگار، اخلاص شعار، سراپا محبت، ہمہ تن اعتبار، با اخلاق و باکردار، تہجد گذار و شب بیدار، عابد لیل و نہار آخرت کی طرف راغب، دنیا سے بیزار، ایک جہانِ دانش، ایک کائناتِ بینش، ایک دریائے معرفت، علوم عربیہ میں یگانہ، علوم دینیہ کا خزانہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و تذکیر میں منہمک اور دنیا سے کنارہ کش اور بیگانہ۔ مولانا کیا تھے؟ واقفِ اسرارِ قرآن، دانائے رموزِ فرقان، قافلۂ علم و ادب کے پاسبان گلستانِ حدیث کے بلبلِ ہزار داستان، علما کی روح، فصحاء کی جان، ادبا کی شان،

بلکہ کی آن مجلس تحفظ ختم نبوت کے حدی خواں، پاکستان کی عزت اور شان۔ اہل زیغ ان سے لرزاں اور ترساں، اہل باطل ان کی ید اللہی ضربات قلندری سے پریشان اور سرگرداں۔ مولانا ان نامور، محقق اور دانشور علماء کرام میں سے تھے جن پر تمام عالم اسلام بجا طور پر فخر کر سکتا ہے آپ سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

ادب و تاریخ اور مذہب و سیاست کے مختلف گوشوں پر جب اظہار خیال فرماتے تو یوں لگتا کہ علم کا ایک بحر ذخار ہے جس کے جوش و خروش اور تموج و تلاطم میں ہر آن اضافہ ہو رہا ہے۔ جب قرآنی حقائق، حدیثی دقائق اور فقہی اسرار و نکات بیان فرماتے تو بڑے بڑے علماء فضلاء آپ کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ پر حیران و ششدر رہ جاتے اور آپ کے علوم و معارف سے اپنی جھولیاں بھرتے علم و ادب کی ایسی گل پاشیاں فرماتے کہ مجلس پر کسی شاداب پر بہار چمنستان کا گمان ہوتا حضرت اقدس کے کمالات عدیدہ، اوصاف حمیدہ، اخلاق مجیدہ اور آپ کے بے نظیر کارناموں کے نقوش جریدہ عالم پر اس طرح مرتسم ہیں کہ انقلابات عالم کی لہروں تغیرات زمانہ کے تھپیڑوں [illegible] روشوں کے باوجود یہ نقوش دھندلا نہیں [illegible] مرور ایام و لیالی کے باوصف ان کی درخشندگی و تابندگی اور ان کی چمک دمک میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مختلف اجتماعات میں متعدد دفعہ حضرت کی زیارت با کرامت کے مواقع میسر آئے۔ ہر دفعہ مولانا کے علم و فضل کے نئے نئے گوشے سامنے آئے، ہر اجتماع میں حضرت کی ذہانت و فطانت کے نئے نئے پہلو اجاگر ہوئے اور آپ کے خلوص و استقامت کے نئے نئے زاویے وا منکشف ہوئے حتیٰ کہ یہ کہنا پڑا۔

یزیدک وجہہ حسناً اذا ما زدتہ نظراً

جمادی الاخری ۸۷ھ کا واقعہ ہے کہ علاقہ ہذا کے ایک دیندار، نیک، معزز اور صاحب دل شخص مسمیٰ عبد الحمید صاحب عالم رؤیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت با کرامت کے شرف سے بہرہ ور ہوئے۔ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، مولانا احمد سعید صاحب خلیفہ حضرت الشیخ مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کے مدرسہ واقع ڈونگہ بونگہ میں جامعہ رحیمیہ تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی میں فروکش ہوئے ہیں اور لوگ آپ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اس خواب کا تذکرہ احقر سے کیا، بندہ نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ کوئی بہت بڑی علمی و روحانی شخصیت، جو اتباع سنت اور علوم نبویہ کی نشر و اشاعت میں فردِ فرید اور یکتا ہوگی، ڈونگہ بونگہ (ضلع بہاولنگر کی مشہور منڈی) میں تشریف فرما ہونے کے بعد مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی میں رونق افروز ہو کر لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ اور ارشاداتِ عالیہ سے مستفیض فرمائے گی۔

اس خواب کے چند دن بعد حضرت مولانا احمد سعید صاحب مہتمم جامعہ رحیمیہ ڈونگہ بونگہ کی درخواست پر حضرت اقدس نے جامعہ رحیمیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ جلسہ سے فراغت کے بعد احقر کی استدعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی میں فروکش ہوئے۔ رات یہاں قیام فرمایا مدرسہ کی کارکردگی، اس کی تعلیم و تربیت اور اس کے حسنِ انتظام و انصرام پر نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔ مدرسہ کے عظیم الشان کتب خانہ کا معائنہ فرما کر بہت محظوظ ہوئے۔ احقر کی کوششوں کو سراہا اور اس کی کاوشوں کی ستائش فرمائی۔ اور اپنے خیالاتِ عالیہ معائنہ کی شکل میں مدرسہ کی "معائنہ بک" پر بایں الفاظ ثبت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ولاسیما سیدنا المصطفیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ مشفیٰ وکفی اما بعد۔ خدا کے تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا فضل محمد صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان کا علمی پودا مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی دیکھا۔ جس طرح مولانا نے اس علمی پودا کی آبیاری کی ہے، اور کر رہے ہیں اور جس مخلصانہ انداز سے اساتذہ و طلبہ سے ان کا معاملہ دیکھا۔ اور مدرسہ کی ظاہری و باطنی ترقی میں مساعی ہیں۔ دل سے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی مساعی جمیلہ کو صفت قبول سے نوازے اور ان کی شخصیت کو مزید قبولیت عطا فرما دے اور مدرسہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما دے۔ اور اس کا فیضان تا قیامت جاری رکھے۔ آمین والسلام

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ شب یک شنبہ ۱۷ جمادی الآخری ۱۳۸۷ھ

گذشتہ سال حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے احقر کو حج بیت اللہ کی سعادت اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا حج سے واپسی پر غالباً ۲۰ دسمبر ۷۶ء کو حضرت اقدس کے در دولت پر حاضری دی حضرت اقدس جس محبت سے پیش آئے جس خندہ پیشانی اور کشادہ جبینی سے احقر کی پذیرائی فرمائی اور بندہ کو اپنی جن عنایات و نوازشات سے نوازا۔ ان کے نقوش تا حال احقر کی لوحِ قلب پر منقش ہیں۔ حضرت کی جب یاد آتی ہے تو آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں اور قلب غم و حزن سے بھر جاتا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے

تعارف و تبصرہ

احوال و آثار شیخ العرب و العجم

حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ایک ایسا انسان جسکی ظاہری تعلیم بس برائے نام تھی اس کے دست حق پرست پر ایسے ایسے اکابر اہل علم نے بیعت کی کہ عقل حیران ہے آپ عظیم شیخ طریقت اور مجاہد فی سبیل اللہ بلکہ امام المجاہدین تھے ۱۸۵۷ء کا معرکہ حریت آپ کی عظمتوں کا گواہ اور شاملی کا میدان آپ کے شوق و جذبہ جہاد کا امین ہے۔"

رسول ہاشمی کا یہ سچا خادم اور سنن نبویہ پر جی جان سے مٹنے والا فدائی اور عاشق آخر میں ہجرت کر کے اپنے نبی کے مولد میں پہنچا وہاں اس نے پیشانی رگڑ رگڑ کر اپنے رب سے دعائیں کیں تاکہ ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ اسلام کا کوئی ذریعہ ہو، یہ دعائیں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں منظور و مقبول ہوئیں اور آپ نے اپنی زندگی میں اس مدرسہ کی شہرت اور اس کے پھلنے پھولنے کا حال زائرین مکہ و مدینہ سے معلوم کیا اور مسرت و خوشی محسوس فرمائی،"

آپ کی شخصیت و کمالات پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائیگا لیکن ضرورت تھی ایک ایسے ہلکے پھلکے تعارف نامہ کی جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہو، اور جس سے ایک عامی قاری چند لمحات میں اس عظیم انسان کی زندگی سے آگاہ ہو سکے،

محترمی سید نفیس الحسینی صاحب جنکی نفاست کتابت کا دور دور شہرہ ہے وہ ایک بہترین ادیب و انشاء پرداز بھی ہیں، لیکن ان کی انشاء پردازی کا محور ان اہل اللہ کے بالعموم سوانحی خاکے ہیں جو عظمتوں کے امین تھے اور جو محمد عربی فداہ ارواحنا و انفسنا کے علوم و معارف کے وارث تھے، اور اس پر آپ بڑی خوبصورتی سے قلم اٹھاتے ہیں جس کے ثبوت میں فی الوقت صرف ۴۲ صفحات ۲۲×۱۸/۸ کا یہ رسالہ پیش خدمت ہے جس میں آپ نے حضرت مہاجر مکی، ان کی تعلیمات، تحریک و مشن اور وصایا کا اتنی خوبصورتی سے تعارف کرایا ہے کہ بے ساختہ دل سے دعائیں نکلتی ہیں،" یہ رسالہ انجمن ارشاد المسلمین ۶-بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور نے روائتی خوش ذوقی سے چھاپا ہے"

قیمت قسم اول ۲/۵۰ - قسم دوم ۱/۵۰ روپیہ

اس رسالہ کی اشاعت عام وقت کی بڑی ضرورت ہے تاکہ مادیت کا شکار دنیا ایک مسیحا نفس کی زندگی سے اپنے حسین ماضی کی طرف لوٹ سکے اور ان بے راہ رو لوگوں کو معلوم ہو جائے جو حاجی صاحب کی عظمت کا اعتراف کرنے کے باوجود آپ کے دلبستان علم و معرفت کے گل بوٹوں کے حسن رعنا کا انکار کرتے ہیں،"

امید ہے کہ مسلکی اور جماعتی احباب انجمن کی بھرپور حوصلہ افزائی کر کے اس فرض سے سبکدوش ہوں گے"

فضائل درود شریف

حضرت مخدومنا العالم الشیخ محمد زکریا محدث سہارنپوری، مہاجر مدنی متع اللہ المسلمین بالقائہم کی شخصیت و خدمات سے دنیائے اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے چند سر پھروں کو چھوڑ کر ہر کوئی آپ کے کمالات سے آگاہ ہے اور اس معاملہ میں بنیادی چیز آپ کی وہ شہرہ آفاق کتابیں ہیں جو مجموعہ فضائل کے عنوان سے اردو میں لکھی گئیں اور دنیا کی ان گنت زبانوں میں ترجمہ ہو کر اللہ کے لاکھوں بندوں کی زندگی میں انقلاب کا ذریعہ بن چکی ہیں، دلبستان قاسمی و رشیدی کے اس فرزند عزیز کی ان کتابوں کو ہر کسی نے چھاپا اور ان کی خوب خوب اشاعت ہوئی اب اللہ کے ایک بندے نے بڑی ہی محبت و عقیدت اور خدمت اسلام کے جذبہ صادقہ سے چھاپ کر مفت بانٹنے کا پروگرام بنایا ہے جو واقعی ایک قابل قدر کارنامہ اور بہت بڑی دینی خدمت ہے، یہ صاحب جناب حافظ محمد منظر صاحب ٹھٹھائی کیماڑی بندر روڈ کراچی، جنہوں نے ایک قابل تقلید قدم اٹھایا ہے، اس عجالہ نافعہ میں درود شریف جیسی عظیم عبادت کے فضائل، اس کے نہ پڑھنے پر وعیدیں اور متعدد مسائل کا ذکر ہے، اکابرین دیوبند کے علوم اور معارف کے امین و علمبردار ہونے کے ناطے سے شیخ زکریا زید مجدہم کا یہ رسالہ ان بندگان ہوس کا منہ بند کرنے کا بھی ذریعہ بنے گا جو ارض ہند

موجودہ بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ) میں اسلام کی اشاعت وبقاء وتحفظ کے عالم اسباب میں سب سے بڑے سبب یعنی جماعت دیوبند پر رسول دشمنی اور درود دشمنی کا (معاذ اللہ) الزام دھرتے ہیں، اپنی معنویت کے اعتبار سے بیانتہا قیمتی رسالہ صرف تیس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ناشر موصوف سے منگوایا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ناشر کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور دوسرے اہل ثروت کو بھی اس قسم کے کارہائے خیر کی توفیق مرحمت فرمادیں“

مطالعہ حدیث

محترم مولانا محمد حنیف ندوی کی کئی کتابوں پر اس سے قبل انہی سطور میں تبصرہ ہوچکا ہے پرانے بزرگوں کی طرح ٹھوس علم رکھنے والا یہ وضعدار انسان ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور کی وسیع لائبریری کے ایک حصہ میں بیٹھا اب بھی خدمت علم میں مصروف ہے، کتابوں کے ڈھیر ادھر ادھر ہوتے ہیں اور ندوی صاحب مصروف کار۔ ان کی محنت وکاوش کا تازہ شاہکار یہ زیر تبصرہ کتاب ہے ۲۱۵ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت کتاب، حدیث جیسے بنیادی علم کے تعارف کی تمام جہتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اللہ کے رسول محض کتاب پہنچانے نہیں آئے تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ آپ اس کتاب کے معلم وبیان کنندہ بھی تھے اور انہی تفصیلات کا نام حدیث ہے (یہ مختصر تعریف ہے) قرآن عزیز کی من مانی تاویلات کرکے حدیث رسول کے ناقابل استناد ہونے پر بہت زور دیتے ہیں اس کتاب میں آپ کو وہ تفصیلات ملیں گی جو قرآن نے اطاعت رسول کے سلسلہ میں بیان فرمائیں، سنت کی تعبیر کا علم ہوگا“ عہد نبوی میں سنت کی حقیقت سے آگاہی ہوگی، نبی مکرم علیہ السلام کے اسلوب دعوت وارشاد کا پتہ چلیگا حضرات صحابہ وتابعین میں علم حدیث کی اشاعت کا جذبہ معلوم ہوگا اور پھر ان کے دور میں اشاعت حدیث کے اسباب وعوامل نکھر کر سامنے آئیں گے، روایت کی اقسام پر گفتگو ہوگی، تدوین حدیث کا علمی وتاریخی موضوع الم نشرح ہوگا، اس فن شریف کے معاملہ میں جرح وتعدیل کے پورے فن کا تعارف ملیگا حدیث کے نام پر کذاب لوگوں کی سعی نامشکور کا علم ہوگا اور حضرات محدثین نے اس فتنہ کی جس طرح بیخ کنی کی اس کے ماله وما علیہ کا پتہ چلیگا پھر حدیثی اصطلاحات اور حدیث کی آغوش میں کیا کیا علوم پنہاں ہیں اس راز کا علم ہوگا، نبی امی کے انتہائی محبوب شاگرد اور بکثرت احادیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حسین وجمیل نقوش ملیں گے جن سے اندازہ ہوگا کہ صحابہ نے اپنے آقا ومولا کے ارشادات کیسے محفوظ کئے؟ پھر ایک بڑے امام حدیث جو حضرت ابو ہریرہ کی طرح مستشرقین کی یاوہ گوئی کا شکار ہیں یعنی امام زہری علیہ الرحمۃ ان کا تذکرہ ملیگا یہ دراصل حدیث کے سلسلہ میں تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہے اور آخر میں کتب احادیث اور ان کے مؤلفین پر گفتگو ہوگی، یوں گویا آپ ایک کتاب پڑھکر اس فن شریف کی تفصیلات سے آگاہ ہوجائینگے“

ایک ایسا ادارہ جس کے متعلق اہل صلاح وتقویٰ ہمیشہ تشویش کا شکار رہے اسکی طرف سے ایسی کتاب کی اشاعت نیک فال ہے اور ہمیں امید ہے کہ ادارہ اس قسم کے لٹریچر کے لئے کوشاں ہوگا قیمت محض ۱۶/- روپے ہے جو معقول ہے۔

بقیہ : احادیث الرسول ﷺ

سے برکات اُٹھ گئیں۔ ورنہ اگر ہم تھوڑا سا لحاظ کریں تو جہاں ہماری بھوک، پیاس اور نیند کا قصہ ختم ہوگا وہاں مستقل ثواب بھی اللہ کی طرف سے نصیب ہوگا اور روح پیغمبر آسودہ ہوگی اور دارین کی سعادتیں نصیب ہونگی۔

جمعیۃ طلباء اسلام چیچہ وطنی

کے زیر اہتمام

مورخہ ۲۰ مارچ بروز جمعرات بعد نماز عشاء

مدرسہ تجوید القرآن میں

تحریک آزادی ہند میں علماء دیوبند کے کردار پر

ایک عظیم الشان

جلسہ

منعقد ہوگا۔

جس میں مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی امیر کاروان اہلسنت پاکستان وایڈیٹر خدام الدین لاہور کے سفر دیوبند کی وجہ سے مولانا عبدالرؤف فاروقی جنرل سیکرٹری کاروان اہلسنت پاکستان خطاب فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی اور سید سلیمان گیلانی بھی شرکت فرمائینگے۔

(حافظ محمد ارشد۔ جمعیۃ طلباء اسلام چیچہ وطنی)

مراسلات

کرایہ دار کے حقوق

ایک ضعیف العمر نہایت کمزور اور معذور بیوہ نے اپنی ذاتی ملکیت کی دکان عرصہ چودہ سال سے ایک معروف دیندار کروڑ پتی تاجر کو معمولی کرایہ پر دے رکھی ہے اگرچہ کرایہ نامہ پر میعاد کرایہ داری تو عموماً ۱۱ ماہ ہی لکھی جاتی ہے، مگر فریقین کے باہمی اعتماد اور حسن سلوک کی وجہ سے سالہا سال تک بے دخلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، خدا کی قدرت کہ گذشتہ سال ادائیگی قرض اور دیگر خانگی ضروریات کی بناء پر مذکورہ دوکان فروخت کردینے کی مجبوری پیش آگئی، کرایہ دار کو گذارش کی گئی کہ اگر آپ دوکان خریدنا چاہیں تو بات کریں، معلوم ہوا کہ وہ اپنے کاروباری حالات کے پیش نظر دوکان خریدنے کے موڈ میں نہیں ہیں، فرمایا کہ آپ کسی ضرورت مند خریدار کے ساتھ سودا کرلیں ہم جس طرح آپ کو کرایہ ادا کرتے آرہے ہیں نئے مالک مکان کو بھی اسی طرح کرایہ ادا کرتے رہیں گے، مگر دشواری یہ ہے کہ موقع پر قبضہ حاصل کئے بغیر کوئی ضرورت مند بھی دوکان کا سودا کرنے کا خطرہ مول نہیں لیتا،

کروڑپتی سیٹھ صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے ہمدردانہ تعاون کے اظہار کے ساتھ اپنی معذوریوں اور "کرایہ دار کے حقوق" کا تقاضا اس طرح فرمایا کہ ان کا تمام کاروبار صرف ٹیلیفون پر ہوتا ہے، آج کے دور میں ٹیلیفون دور یا نزدیک کسی دوسری دکان میں منتقل کرانا بہت ہی مشکل کام ہے اگر رشوت سفارش وغیرہ سے گریز کیا جائے تو سالہا سال تک درخواست سرخ فیتہ کا شکار رہتی ہے، جب تک ٹیلیفون نئی مجوزہ دوکان میں منتقل نہ ہو اس دوران کرایہ دوکانات کون برداشت کرے؟ ممکن ہے نئی دکان کرایہ پر حاصل کرنے کے لئے "مروجہ پگڑی" کی کالک بھی لازم ہو، الغرض سیٹھ صاحب نے کمال شفقت اور انتہائی خلوص کے ساتھ مشورہ دیا کہ اگر مالک مکان ہمارا ٹیلیفون دوسری دوکان میں منتقل کرادے تو ہم فوراً اپنا بستر بوریا اٹھا کر چلے جائیں گے غالباً سیٹھ صاحب نے مالک دوکان کے جرم ضعیفی کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچا ہوگا کہ نہ یہ لوگ رشوت وغیرہ دینگے نہ ٹیلیفون منتقل ہوگا، سیٹھ صاحب کی دوراندیشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مالک دوکان کرایہ دار کے مجوزہ غیر قانونی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حقوق ادا کرنے سے قاصر ہے اس لئے بے دخلی کے لئے مناسب ہے کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو جلد یا بدیر کوئی فیصلہ ہو ہی جائیگا، اندریں حالات شہر کے معزز مشیران قانون سے رجوع کرنے پر انکشاف ہوا کہ جب تک مالک دوکان درخواست میں یہ جھوٹ نہ بولے کہ اُسے اپنے ذاتی کاروبار کے لئے دوکان خالی کرانا مطلوب ہے، قانون مالک مکان کی کوئی مدد نہیں کرتا اگر کوئی شخص کہے کہ ادائیگی قرض یا اجرائے وصیت وغیرہ کے لئے وہ جائداد فروخت کرنا چاہتا ہے تو یہ بیدخلی کا جواز نہیں بنتا، لہذا بے دخلی کا دعویٰ کرنا بھی آپ کے بس کا روگ نہیں ہے،، انا للہ وانا الیہ راجعون

معزز قارئین خدام الدین ودانشوران قوم سے درخواست ہے کہ ایک معذور بیوہ جو ذاتی مفاد کے لئے نہ رشوت دینے کو تیار ہے نہ جھوٹ بولنا گوارا کرتی ہے اور نہ ہی "مروجہ پگڑی" ادا کرسکتی ہے اس مصیبت سے کیونکر نجات حاصل کرسکے گی؟

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم پلیڈر مکان نمبر ۵
محلہ سادات، دہلی گیٹ ملتان شہر

شہریوں کے مسائل

مکرمی! آپ کے اخبار کی وساطت سے ارباب حکومت، افسران سوئی گیس، لاہور کارپوریشن کے میئر اور کونسلر حضرات کی توجہ اندرون شہر کے اہم مسائل کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں، ہم اندرون شہر رہنے کی وجہ سے ابھی تک سوئی گیس جیسی نعمت سے محروم ہیں اس سے پیشتر بھی ہمارے

کئی دوستوں نے افسرانِ بالا کو اپنے پاکستانی
ہونے کا یقین دلایا ہے، کہ ہمیں بھی اس نعمت
سے حصہ ملنا چاہیئے کیونکہ ہم بھی اپنی جائیدادوں
کا حکومت کو ہر قسم کا ٹیکس ادا کرتے ہیں جبکہ
ہمارے نزدیکی محلوں اندرون ٹکسالی گیٹ، شاہی
محلہ، اور بازار سیاں میں گیس کافی مدت سے
لوگ استعمال کر رہے ہیں، اور ہم باقی شہر والوں
کو کبھی کچھ عرصہ انتظار کا وعدہ کر کے اور کبھی پرانا
شہر ہونے کا بہانہ کر کے ٹال دیا جاتا ہے، ہم حکومت
سے گذارش کرتے ہیں، کہ مٹی کے تیل اور کوئلہ کی
گرانی کے پیش نظر ہم کو بھی دوسرے محلوں کی
طرح جلد از جلد گیس سپلائی کرنے کا انتظام کیا
جائے کیونکہ ہمارے محلے اندرون یکی گیٹ،
اندرون خیر انوالہ گیٹ، کشمیری گیٹ اور مستی
گیٹ کے محلے بھی دوسرے محلوں کی طرح
پندرہ فٹ اور تیس فٹ کے درمیان کھلے ہیں
اور جس طرح سے دوسرے محلوں کی گلیوں میں
گیس پائپ بچھائے گئے ہیں، اسی طرح ان
محلوں گلیوں میں بھی پائپ بچھائے جا سکتے
ہیں، شاہ عالمی گیٹ اور ان سب علاقوں کی
بنیادی ضرورت (گھروں اور دوکانداروں)
کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بنیادی مسئلہ
کی طرف فوری توجہ دی جائے،

کارپوریشن کی طرف سے تعمیر کردہ بیت
الخلا جو کہ ہمارے ہی ٹیکسوں سے تعمیر کردہ ہیں
انہیں استعمال کرنے کا ٹیکس ختم کیا جائے
کیونکہ دنیا کے کسی بھی مہذب ملک میں بیت
الخلاء استعمال کرنے کا بنیادی حق ہے، اسکو
کاروباری مسئلہ نہ بنایا جائے، اور بیت الخلاء
کے استعمال سے چند لوگوں کی اجارہ داری ختم
کر کے کارپوریشن کسی دیگر ذرائع سے اپنی
آمدن بڑھائے،،

احمد علی میرا جنرل سیکرٹری
سویٹ میکرز سوسائٹی (رجسٹرڈ)

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفس گوجرانوالہ

بگرامی خدمت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب
صدر و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان

سلام مسنون!۔

گذارش ہے کہ یہ اطلاعات نہایت ہی
افسوسناک ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیلتھ
آفس گوجرانوالہ کے چند ملازمین نے محکمہ
میں ہونے والے کم و بیش بیس لاکھ روپے
کے بینہ غبن کا انکشاف کیا اور حکام بالا کو
اس سلسلہ میں اپنی تحریری عرضداشتوں
میں دستاویزی ثبوت فراہم کرنے کا یقین
دلایا مگر محکمہ نے اس بارے میں انکوائری
کرانے کی بجائے مذکورہ ملازمین کے
خلاف مختلف النوع کارروائیاں شروع
کر رکھی ہیں، جن میں ان کا دور دراز علاقوں
میں تبادلہ اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات
بھی شامل ہیں،،

آپ کی خدمت میں بطور خاص عرض ہے
کہ یہ صورت حال حکومت پاکستان کی نیک
نامی، اور آپ کی اصلاحی مساعی کے
خلاف ہے اس لئے ازراہ کرم اس کیس
میں خصوصی توجہ فرما کر بینہ دھاندلیوں
کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا حکم فرمایا جاوے
اور مذکورہ ملازمین کے خلاف معاندانہ
کارروائیوں کو رکوایا جائے تاکہ وہ پورے
اعتماد کے ساتھ انکوائری میں اپنا موقف
پیش کر سکیں،، والسلام

خاکپائے اکابر، ابو عمار زاہد الراشدی

بقیہ خطبہ جمعہ......

یہ کام کراتے ہیں۔

مجھے اجازت دیں کہ میں
عرض کروں کہ یہ باتیں ہماری تباہی
کا پیش خیمہ ہوں گی کل جب فردائے
محشر میں داورِ محشر کے حضور حاضری
ہوگی تو وہی "معبود" جن کے
آستانوں کو ہم نے سجدوں سے
آباد کیا تھا وہ ہم سے اور
ہمارے اعمال سے تبرا و برائت
کا اظہار کریں گے۔ پھر ہم کفِ
حسرت ملیں گے ـــــ لیکن ہاتف غیبی
کہے گا ؎

اب شور مچاوے کیا ہووت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اور جب ایسا ہوگا تو کوئی
ٹھکانہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عقائد
و اعمال کی اصلاح کی توفیق
بخشے۔ و اخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین۔

وضاحت

کاروان اہل سنت پاکستان کے ایک
جلسے کے سلسلے میں گذشتہ ہفتہ نوائے وقت
میں ایک اشتہار چھاپا گیا تھا جس میں صدارت
کے لیے مولانا محمد اسحٰق صاحب کا اسم گرامی
تھا اور اُن کو حضرت لاہوری کا خلیفہ مجاز
لکھا گیا تھا۔ یہ سہواً چھپ گیا تھا جبکہ حضرت
مولانا اسحٰق صاحب مولانا بشیر احمد صاحب پسروری
سے مجاز ہیں۔ (علوی۔ مدیر)

مطبوعات انجمن خدام الدین

○ قرآنِ کریم معہ ترجمہ حضرت الامام لاہوریؒ و ربط آیات جس کو برصغیر کے ہر مکتب فکر کے مستند علماء نے پسند کیا۔
——— ہدیہ: قسم اوّل -/۷۰ روپے قسم دوم -/۵۰ روپے

○ خطباتِ جمعہ: حضرت لاہوریؒ کے مشہورِ عالم خطباتِ جمعہ جسے نئے انداز سے دو حصّوں میں طبع کرایا جا رہا ہے۔
——— (زیر طبع) حصّہ اوّل -/۱۸ حصہ دوم -/۲۱

○ مجالسِ ذکر: حضرت کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ، نیا انداز، نئی ترتیب۔
——— حصّہ اوّل: -/۱۸ روپے۔ حصّہ دوم -/۲۱ روپے (زیر طبع)

○ اسلامی تعلیمات: حضرت مولانا عبید اللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ
——— ہدیہ -/۲۴ روپے

○ ملفوظات: حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دل آویز گلدستہ ——— ہدیہ ۷/۲۵ روپے

گلدستہ صد احادیث نبوی، ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ ——— ہدیہ ۱/۵۰ روپے

○ خلاصۃ المشکوٰۃ: حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ کا خلاصہ۔ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار
——— ہدیہ -/۹ (زیر طبع)

○ اصلی حقیقت: مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے ——— ہدیہ -/۱/۵۰ روپے

○ ہماری آزادی: مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہورِ زمانہ کتاب کا اردو ترجمہ
خوبصورت کتابت و طباعت اور مضبوط جلد صفحات ۵۰۰ سے زائد۔ قیمت۔ ہدیہ -/۲۵ روپے

○ ید بیضاء: حضرت لاہوریؒ قدس سرہٗ کے شیخ و مربی حضرت دین پوریؒ کی مبسوط سوانح حیات حامی عبیدی کے قلم سے ——— ہدیہ -/۲۵ روپے

حضرة لاهوري قدس سره کے ۳۵ رسائل کا سیٹ
بھی انشاء اللہ عنقریب تیار ہو جائے گا!

المعلن: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور